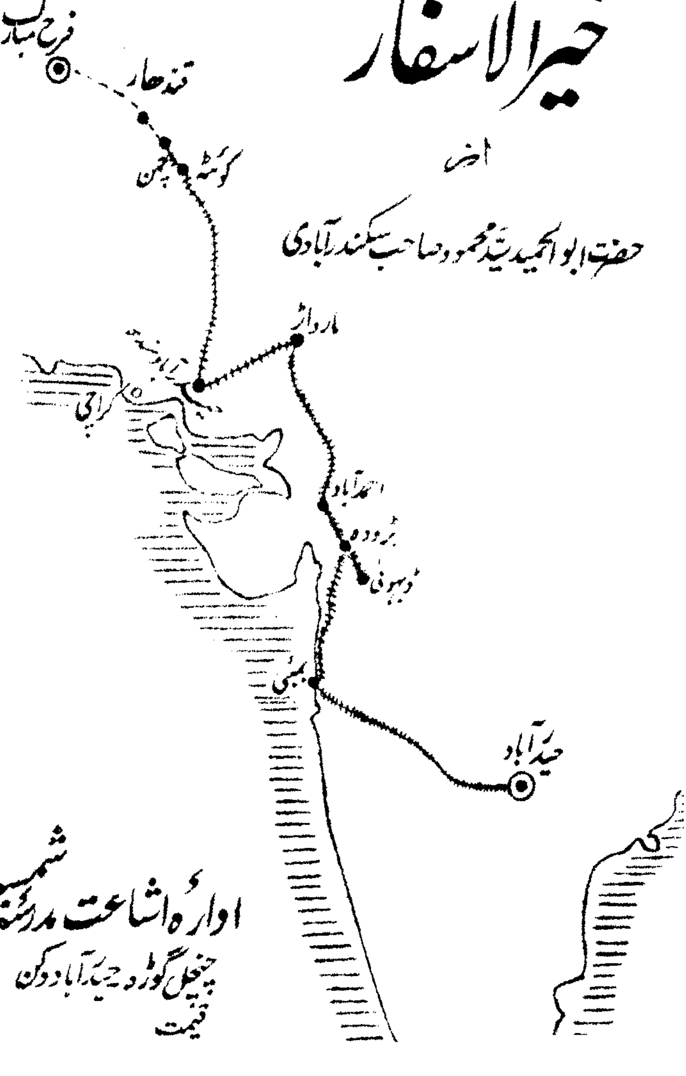
خیر الاسفار

از

حضرت ابو الحمید سید محمود صاحب سکندرآبادی



ادارۂ اشاعت مدرسۂ شمسیہ
چنچل گوڑہ حیدرآباد دکن
قیمت

607 L

2. XI. 46.

بسم اللہ

پیش لفظ

زیاراتِ قبور کو بعض لوگ ایک فعل عبث سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مٹی اور پتھر کے ڈھیروں کے پاس جانے سے کیا حاصل یہ لوگ وہ ہیں جو ہر چیز کی ظاہری صورت اور اس کے مادی فوائد پر نظر رکھتے ہیں اور یہ توقع کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ دنیا میں کریں اس کے ٹھوس نتائج بدیہی طور پر ان کو حاصل ہو جائیں حالانکہ یہ نظریہ بالکل سطحی ہے کیونکہ بہت سے کام دنیا میں ایسے کئے جاتے ہیں کہ جن کے فوائد اس طرح حاصل ہوتے ہیں کہ انسان کو ان کی خبر تک نہیں ہوتی

جو لوگ اس قسم کا خیال رکھتے ہیں مادہ پرست ہیں جو نہ صرف عالم روحانیات سے بے بہرہ بلکہ ہر چیز کے اخلاقی پہلو سے بھی ناآشنائے محض ہوتے ہیں ہر کام میں ان کی نظر صرف ذاتی مفاد پر ہوتی ہے اور

وہ اپنے کام کا صلہ مادّی صورت میں چاہتے ہیں۔ اِس قسم کے لوگوں کو دُنیا میں کبھی طمانیت قلب حاصل نہیں ہو سکتی۔

اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انسانی ہستی دو اجزا پر مشتمل ہے یعنی ظاہر و باطن۔ جزو ظاہری سے مراد اعضا و جوارح یعنی جسم ہے جس کو ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے اور ہاتھ سے چھو سکتا ہے۔ جزو باطنی نفس ہے جو کیفیات، جذبات، مدرکات، حسیات، تاثرات کا مبدا و مرکز ہے جس کو کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا۔ انسان کی شکل و صورت دیکھ کر ہر شخص اس کے حسن و قبح کو بیان کر سکتا ہے مگر یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے دل کی بات نہ معلوم کر سکے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ انسان کا دل ہر چیز سے مُعرا ہے یعنی جو چیز بادی النظر میں دکھائی دے سکتی ہے موجود اور جو نہیں دکھائی دے سکتی معدوم ہے۔ حالانکہ انسان کے اعضا و جوارح اُس کے قوائے باطنی کے ماتحت ہیں اگر اس کے قوائے باطنی اُس کے جسم سے الگ ہو جائیں تو جسم کسی کام کا نہیں رہتا کیونکہ رُوح کا ظہور جسم سے اور جسم کی بقا روح سے ہے۔ عرف عام میں جسے رُوح کہتے ہیں عبارت انہیں قوائے باطنی سے جو غیر مرئی ہیں اور انسان کے کل احوال

و اعمال اسی کے تابع ہیں۔

پس ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ جس طرح انسان کے دو پہلو ہیں ایک ظاہر دوسرا باطن یا بہ الفاظ دیگر ایک جسم دوسری رُوح (جسم نظر آ سکتا ہے رُوح نظر نہیں آتی باوجود اس کے کوئی شخص روح کا انکار نہیں کر سکتا) اسی طرح کائناتِ عالم کی بھی دو زبردست شقیں ہیں ایک مادیات دوسری روحانیات۔ عالمِ مادیات محسوسات سے متعلق ہے اور روحانیات ادراکات سے جس طرح ایک اندھا باوجود آنکھیں رکھنے کے کسی مادے کے دیکھنے سے قاصر ہے اسی طرح اس شخص کے ادراکات پر جس کا دلِ نفسانی خواہشات اور دُنیوی لذتوں میں اندھا دُھند مبتلا ہو کدورت کی گھٹا چھائی ہوئی ہوتی ہے یا یوں سمجھئے کہ نفسانی خواہشات اُس کے رُوحانی ادراکات کو دبائے رکھتے ہیں اُبھرنے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ شخص مذکور اشیاء کی باطنی حقیقت کا مطلق احساس نہیں کر سکتا اور اُن کو جھٹلانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ شخص کور چشم یعنی کور باطن کہلاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص پاکیزگی، پرہیزگاری، زہد و تقویٰ، تزکیۂ نفس، نیک خیالی، نیک اعمالی، صدقِ مقال و کسبِ حلال کا پابند ہوتا ہے روشن ضمیر کہلاتا ہے جو اپنے باطنی مشاہدات کی بنا پر عالم روحانیات کے حالات کی خبر دے سکتا ہے جن کو جھٹلانے کی کوئی

وجہ پائی نہیں جاتی یوں سمجھئے کہ اگر کسی شخص کے اندرونی اعضا میں
کوئی خرابی واقع ہو جائے تو بجز ڈاکٹر کے کوئی اور شخص یہ نہیں بتلا سکتا
کہ کونسے عضو میں کیا خرابی پیدا ہوئی ہے۔ ڈاکٹر کچھ تو اپنی معلومات کی
بنا پر اور کچھ لاشعاع کی مدد سے اندرونی خرابی کو دیکھنا اور بیان
کر سکتا ہے۔ جس کا بیان ہر طرح قابلِ وثوق سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی
شخص اِس کو جھوٹ سمجھے تو یہ اُس کی اپنی دماغی و ذہنی خرابی سمجھی جائیگی۔
اسی طرح روشن ضمیر حضرات اگر اس عالم کی جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ
ہے خبر دیں تو ہمیں کوئی حق نہیں کہ اُنہیں جھٹلائیں کیونکہ عالمِ روحانیات
کی خبر دینے والے معمولی انسان نہیں ہوتے بلکہ افعال و کردار، عادات
و اطوار، اخلاق و اوصاف کے لحاظ سے اُن کا پایہ عام انسانوں سے
بدرجہا بلند و برتر ہوتا ہے۔ اُن کے اعمال و افعال صداقت کا نمونہ
ہیں عمر بھر میں کبھی کوئی ایسا فعل اُن سے سرزد نہیں ہوتا جو اخلاقی حیثیت
سے قابلِ گرفت یا جس میں اُن کا کوئی ذاتی مفاد مضمر ہو یہی متبرک و مقدس
ہستیاں انبیاء۔ اولیاء، عرفا، صلحا اور صوفیا کے لقب سے ملقب ہیں۔
اور انہی ہستیوں نے زیارت قبور کی اہمیت اور مُردگان کے لئے ایصال
ثواب کی ضرورت کو شد و مد سے بیان کیا ہے تو کسی شخص کو جو ذرہ بھر
بھی عقل سلیم رکھتا ہو اُن حقائق سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ جس طرح ہم کسی

اندرونی خرابی کو اپنی آنکھ سے دیکھے بغیر ڈاکٹر کی تشخیص کو صحیح تسلیم کر لیتے ہیں اسی طرح ہمیں چاہیئے کہ ان اشخاص کے بیان کو بھی جو روحانیات کے عالم ہیں صحیح مان لیں

اگر زیارت قبور کے روحانی پہلو سے قطع نظر صرف اخلاقی و مذہبی پہلو پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں بھی بے شمار اخلاقی و مذہبی فوائد مضمر ہیں

پہلا فائدہ یہ ہے کہ جب کبھی ہمارا گذر شہر خموشاں میں ہوتا ہے تو وہاں کے پُرسکوت منظر سے دنیا کی بے ثباتی اور اپنی موت کا سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے خبث باطن اور مکروہات دنیوی دل سے دور ہو جاتے ہیں اور بے اختیار یہ شعر زبان سے نکل پڑتا ہے۔

ہیچ است کارِ دنیا ہمہ ہیچ اسے ہیچ نہ ہیچ یا ہیچ ہیچ

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یادِ رفتگان دل پر تازہ ہو جاتی ہے یعنی اگر ہم کسی بڑے شخص یا عارف باللہ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں تو اردگرد کے پُرسکون منظر سے دل پر یک گونہ اطمینان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اُس بڑے شخص اور عارف باللہ کے کارنامے بے اختیار آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں کیونکہ قبر بھی ایک خاموش سوانح عمری ہوتی ہے جس سے ایک نامعلوم طریقہ پر دل میں بدی سے پرہیز اور نیک

کام کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو مزاولت سے پختہ ہو کر عمل کی صورت اختیار کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر بزرگانِ دین کمر ہمت چست باندھ کر سلفِ صالحین کی زیارت کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور کتنی ہی صعوبتیں اور مصیبتیں اُٹھانی اور کیسی ہی کٹھن اور صعب منزلیں طے کرنی پڑیں کبھی ہمت نہیں ہارتے تھے اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کاملین کے مزارات کا پتہ لگاتے اور زیارت کرتے تھے دُور کیوں جائیں حضرت امامنا سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا عمل ہمارے رُوبرو ہے آنحضرت نے تبلیغاً منزلوں کی سختیاں فقر و فاقے کے شدائد اور راستے کی دشواریوں کو برداشت کر کے ہندوستان سے لیکر خراسان تک پیادہ پا سفر فرمایا اور جہاں جہاں اولیائے کرام کی قبور تھیں زیارت فرمائی۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ زیارات بزرگانِ دین وسیلۂ ہجرت و ذریعہ تبلیغ ثابت ہوتی ہیں ہر مقام کے برادرانِ ملت سے میل جول اور شناسائی اور ان کے حالات سے واقفیت پیدا ہوتی ہے باہمی ارتباط بڑھتا اور اخوت کا رشتہ مستحکم ہوتا ہے۔ دورانِ سفر تبلیغ و اشاعت مذہب کے مواقع بھی ہاتھ آتے ہیں اور اس اَمر کا پتہ چلتا ہے کہ مقامات زیارات پر بسنے والے لوگوں کی مذہبی حالت اور واقفیت کیسی ہے

آیا وہ مذہب پر قائم ہیں یا منحرف ہو گئے ہیں ان حالات کے معلوم ہونے سے اُن لوگوں کی اصلاح کا موقع مل سکتا اور اس طرح مذہبی پستی کا ازالہ ہو سکتا ہے بہت سے مواقع مشرکین کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے بھی ہاتھ آتے ہیں سفر کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ نفس کشی توکل اور عزیمت سکھاتا اور طبعیت میں دلیری و جرأت پیدا کرتا ہے۔

بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ بزرگان دین کے مزارات ایسی جگہوں پر واقع ہیں جو نہایت ہی پُر فضا دلکشا اور روح پرور ہوتی ہیں اطراف واکناف کا منظر نہایت سُہانا ہوتا ہے خاموشی سے بہے جانے والی ندی سرسبز و شاداب سبزہ زار جگہ جگہ پر سایہ دار درخت پھر اس پر ہر طرف سکوت کا عالم ان مناظر کا دل پر خاص اثر ہوتا ہے اور اُس سے روح پر جو غیر معلوم اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ ایسے خوشگوار ہوتے ہیں کہ انسان کے دل کی برسوں کی کدورت اور مدتوں کی کلفت دُھل جاتی ہے

زیارت کی سب سے بڑی اور سرمدی برکت یہ ہے کہ جن اہلِ قبور کی زیارت کی جاتی ہے اُن کی ارواح زائر کی فلاح دارین کے لئے بارگاہ ایزدی میں ملتجی ہوتی ہیں اُس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر آپ دنیا میں کسی کے حال پر عنایت یا لطف فرمائیں تو وہ آپ کے حق میں

ضرور دعائے خیر کرتا رہے گا ارواح کی بھی یہی حالت ہے وہ صرف فاتحہ و درود کی محتاج ہیں اگر کوئی بندۂ خدا اُن کی رُوح پر فاتحہ پڑھ دے تو پروردگار عالم اُس کو بھی اجر عطا فرماتا اور ارواح پر بھی اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔ دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر ہم کسی بڑے شخص کے پاس متواتر حاضری دیتے رہیں تو اس کی خاص عنایت ہم پر مبذول ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص بالتواتر کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہوا کرے تو بے شک وشبہ اُس بزرگ کی پاک اور برگزیدہ رُوح اس کی جانب متوجہ ہوتی اور اپنے فیوض و برکات سے اس کی زندگی کو مالا مال کردیتی ہے۔ ایک اور ضروری فائدہ یہ ہے کہ زائرین زیارت کی بدولت سلفِ صالحین کے حالات و اذکار اور اُن کی قبور تک پہونچے کے ذرائع ومعلومات سے خود بھی واقف ہو سکتے اور اپنے بھائیوں کو بھی واقف کرا سکتے ہیں جس کا درگاہِ الٰہی سے اُن کو بے پایاں اجر ملتا ہے

غرضکہ زیارت سلف صالحین کے اس قدر کثیر فوائد ہیں کہ اُن کا بالتفصیل بیان کرنا باعث طوالت ہے صرف چند فوائد کے بیان کرنے پر اکتفا کی گئی جس کا خاص مقصد یہی ہے کہ برادرانِ ملت میں زیارت کا شوق جو مٹ چلا ہے پھر پیدا ہو جائے اور وہ زیارت کے وسیلے سے اپنے بزرگانِ دین کے حالات و کوائف اور اپنے دین و مذہب

کی معلومات سے بہرہ ور ہوسکیں ایک جگہ بیٹھے رہنے سے جو انقباض
اُن کی رُوح میں پیدا ہوجاتا ہے جاتا رہے اور عمدہ عمدہ صحت بخش مقامات
کی سیر سے صحت وتندرستی حاصِل ہو صرف یہی نہیں بلکہ مختلف مقامات
کی سیر سے گوناگوں تجربات اور سختیوں اور صعوبتوں کو برداشت کرنے
کی قوت اور یہ اہلیت بھی اُن میں پیدا ہو کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں
سے ہمدردی اور اُن کی رہنمائی کر سکیں۔

اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر یہ فقیر اپنے سفر فرج کے حالات جو قبل ازیں
رسالہ زبدۃ الملک میں بہ اقساط شائع ہوچکے ہیں اب کتابی صورت میں
پیش کر رہا ہے فقیر کی برادرانِ ملّت وعلما ومشائخین کرام کی خدمت میں
التجا ہے کہ وہ اس مختصر سفرنامے کو پڑھ کر نہ صرف فقیر کے حق میں دعائے
خیر فرمائیں ـــ بلکہ اس قسم کے مقدس ومتبرک مقامات کا عزم فرماکر خود
بھی ماجور ہوں ـــ اور اپنی مفید اور تازہ معلومات سے قوم کو بھی بہرہ اندوز
فرمائیں

فقیر سید محمود غفرلہٗ

۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

چاندخاں اسٹریٹ سکندرآباد

۷۸۶

خیر الاسفار

یعنے

واقعات سفر فرح (مبارک)

از حیدرآباد تا بمبئی بتاریخ ۸ / جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۵ / اگسٹ سنہ ۱۹۳۷ء روز یکشنبہ یہ فقیر فرح مبارک کے سفر پر معہ اپنے رفقائے طریق یعنی مولانا حضرت سید عیسیٰ عرف حاجی میاں صاحب سجادہ دائرہ چنچلگوڑہ اور جناب الحاج سید عبدالکریم صاحب مسماۃ معصوم بی عرف حیانی ماں کے ساڑے پانچ بجے شام کی ریل سے راہی بمبئی ہوا یوں تو میری روانگی سفر کے تین چار دن پہلے ہی سے دوستوں اور عزیزوں کی ملاقاتوں اور رسم و رواج کے مطابق ضامنیاں باندھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن جس روز میں سفر پر روانہ ہونے کی غرض سے اسٹیشن پہونچا مخلصین کا اجتماعی مظاہرہ قابل دید تھا' اس کثرت سے ضامنیاں باندھی گئیں کہ میرے دونوں بازو کہنیوں سے لیکر مونڈھوں تک چھپ گئے تھے۔ ان کی اس خالص بے لوث محبت کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا میں بھلا اس دعا کے سوا جو صمیم قلب کے ساتھ دربار خاتم الاولیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں

اُن کے لئے کی جائے اُن کی محبت وعقیدت کا اور کیا صلہ دے سکتا تھا

جو لوگ فرح مبارک جانا چاہیں اُنہیں قبل از قبل پاسپورٹ (پروانہ راہداری) حاصل کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ پاسپورٹ بمبئی میں سفیر افغانستان کو بتلا کر ملک افغانستان میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنی ہوتی ہے سفیر افغانستان اُنہیں کو اجازت دیتا ہے جن کے پاس پاسپورٹ موجود ہو حیدرآباد سے بمبئی (۴۹۱) میل کے فاصلہ پر ہے کرایہ ریل آٹھ روپیے چار آنے کلدار ہم حیدرآباد سے روانہ ہو کر صبح کے ساڑھے چھ بجے پونہ پہونچے صبح کا وقت تھا سردی محسوس ہو رہی تھی گرم گرم چائے اس وقت بڑی پُر لطف ثابت ہوئی پونہ سے کوئی تیس میل کے فاصلہ پر مغربی گھاٹ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے موسم بارش ہونے کی وجہ سے پہاڑیاں سبزپوش نظر آتی تھیں اور منظر ایسا دل فریب تھا کہ طبیعت یہ چاہتی تھی کہ یہ سلسلہ ختم ہی نہ ہونے پائے تھوڑی ہی دیر میں گھاٹوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تو ریل گاڑی کھلے میدان میں پہونچ گئی اور ہم ٹھیک سوا دس بجے بمبئی کے اسٹیشن پر پہونچے یہاں ہمیں لینے کے لئے سید عبدالعلیم صاحب موجود تھے جنہوں نے ہاتھوں ہاتھ ہمارا سامان اُتروالیا اور ہمیں "حیدرآباد لاج" نامی ہوٹل میں لے گئے یہ ہوٹل کرافورڈ مارکٹ کے متصل محمد علی روڈ پر

واقع ہے سید عبدالعلیم صاحب۔ ایک خوش خلق اور سلیم الطبع مہدوی نوجوان ہیں جو اس ہوٹل کے مالک ہیں بمبئی جیسے شہر میں عمدگی کے ساتھ ارزانی میں کوئی ہوٹل اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہر مسافر سے روزانہ کھانے کا ایک روپیہ اور قیام کے آٹھ آنے اس طرح ڈیڑھ روپیہ لیا جاتا ہے اور کھانا بالکل حیدرآبادی مذاق کا ہوتا ہے گھی خاص طور پر حیدرآباد ہی سے منگوایا جاتا ہے۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے اس ہوٹل کا نام "حیدرآباد لاج" رکھا گیا ہے کچھ دیر ستانے کے بعد ہم لوگ نہا دھوکر کھانے سے فارغ ہوئے اور سفیر افغانستان سے ملنے کے ارادے سے نکلے اولاً سیٹھ علی محمد حبیب اللہ کے پاس جانا پڑا سیٹھ صاحب سفیر افغانستان کے ملاقاتیوں میں سے ہیں اس لئے انہیں کے توسط سے ہم سفیر صاحب سے ملنا چاہتے تھے سیٹھ صاحب بڑے اخلاق سے پیش آئے فون کے ذریعہ سے سفیر صاحب کو اپنے ملنے کی اطلاع دی وہاں سے جواب آیا کہ آج کسی مہمان کے آجانے کی وجہ سے سفیر صاحب آج نہیں مل سکتے کل صبح یعنی بروز سہ شنبہ ٹھیک دس بجے صبح مل سکتے ہیں۔

اب ہم کرتے کیا یونہی بیکار سے رہے البتہ شام کو برادر سید محمد صاحب سے جو انڈین سیلرس ہوم (ملاح خانہ ہند) کے منتظم ہیں۔ ملنے گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھیر کر ہوٹل کو واپس ہوگئے۔ رات

بڑے اضطراب اور بے چینی میں کٹی کیونکہ ہمارے دل آستانۂ عیتۂ خدایہ پہونچنے کے لئے بے تاب تھے صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر سیٹھ صاحب کیساتھ قونصل صاحب سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے وہ خود بھی ہمارے منتظر تھے۔ پہلے تو سیٹھ صاحب نے قونصل صاحب سے ہمارا تعارف کروایا اس کے بعد ہمارے پروانہ ہائے راہداری پیش کئے گئے کوئی آدھ گھنٹہ میں اجازت روانگی سے متعلق کل کارروائی کی تکمیل کردی گئی اور سیٹھ صاحب کے توسط کا اثر یہ ہوا کہ قونصل صاحب نے خود ہمیں دو تعارفی خطوط ایک قندھار اور دوسرا فرح مبارک کے حاکم اعلیٰ کے نام عنایت فرمائے ہم نے ان کا بہت شکریہ ادا کیا اور اپنے مقام رہائش کو واپس ہوئے منگل کا دن سامان سفر مہیا کرنے میں گذرا چہارشنبہ کو بوقت شام بھائی سید محمد صاحب کے ساتھ حضرت سید عیسیٰ صاحب کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے جن کا مزار محلہ مجگاؤں قاسم صاحب باٹلی والا کی بلڈنگ کے عقب میں ہے۔ مزار اور مزار کے آس پاس کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت موصوف حج کو تشریف لے گئے تھے واپسی کے بعد اتفاقاً بمبئی میں آپ کا انتقال ہوگیا اور یہیں دفن ہوئے۔ زیارت سے فارغ ہو کر مقام رہائش کو واپس آئے طے یہ پایا تھا کہ گجرات کی زیارتیں کرتے ہوئے فرح مبارک کو جائیں اس لئے

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر بمبئی سنٹرل اسٹیشن پہونچے اور رات کے دس بجے کی دہلی اکسپرس کے ذریعہ بڑودہ کو روانہ ہوئے۔

از بمبئی تا بڑودہ بمبئی سے بڑودہ ۲۴۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور فی کس کرایہ ریل ذریعہ میل یا اکسپرس پانچ روپے تین آنے ہے ریل میں جگہ خاصی تھی اس لئے رات آرام سے گذری بروز پنجشنبہ ۱۲ر جمادی الثانی کو صبح کے چار بجے گاڑی بڑودہ اسٹیشن پہونچی اسٹیشن کے باہر حاجی راجے بھائی صاحب ساکن ڈھبوئی کا ہوٹل ہے اس ہوٹل میں قیام کیا۔

بڑودہ تا چاپانیر شریف بڑودہ سے چاپانیر شریف ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے موٹر کے ذریعہ جانا پڑتا ہے بس کا کرایہ فی کس گیارہ آنے ہے سڑک اچھی ہے صبح نو بجے موٹر میں سوار ہو کر ساڑھے دس بجے تک چاپانیر شریف پہونچ گئے اس دفعہ غیر معمولی طور پر ڈھبوئی اور بڑودہ کے لوگ یہاں کثرت سے جمع تھے خاصا مجمع تھا دینی بھائیوں سے گرمجوش ملاقاتیں رہیں اس کے بعد آستانۂ صدیقِ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر دست بستہ حاضر ہو کر آستان بوسی کا شرف حاصل کیا پھر نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر ایک توڑے کی مسجد کو گئے جہاں ایک پہاڑی کے دامن میں وہ پاک اور برگزیدہ ہستی آسودۂ

ہے جس کی تربتِ اطہر کے پھول بعد دفن بھی دنوں تک تر و تازہ رہے تمازتِ آفتاب نے اُن پر شمہ برابر بھی کملاہٹ کا اثر پیدا نہ کیا اگر بعینہٖ خدا نشانِ قبر کو مٹانے کی ہدایت نہ فرماتے تو حضرت بی بی الہداتی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربت پرستش گاہِ عوام و خواص بن جاتی غرض کہ اُس پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر ہم نے فاتحہ پڑھی۔ ایک توڑے کی مسجد بالکل منہدم ہے صرف ایک مینار باقی ہے جو قدیم فن تعمیر کی اچھی مثال ہے جس کی خوبصورتی اور نفاست میں باوجود امتداد زمانہ کے بھی کوئی فرق پیدا نہیں ہوا غالباً اسی ایک مینار کی وجہ سے یہ مسجد ایک توڑے کی مسجد کہلاتی ہے یہ مسجد محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر نگرانی ہے جس کو دیکھنے کے لئے سیاح دور دور سے آیا کرتے ہیں اسی مسجد کے حجروں میں ہمارے آقا امامنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے یوں بھی یہ مقام ہمارے لئے متبرک ہے۔

چونکہ ہمارے رفیق الطریق مولانا حضرت سید عیسیٰ صاحب سجادہ کا ڈبھوئی چلنے پر اصرار تھا اس لئے ہم سب کو بھی اُن کا ساتھ دینا پڑا۔

واپسی از چاپانیر و روانگی بہ جانب ڈبھوئی

اسی روز شام کے چار بجے چاپانیر شریف سے چل کھڑے ہوئے اتفاقاً راستہ میں موٹر بس کا ٹائیر خراب ہوگیا ہمیں چھ بجے بڑودہ اسٹیشن

پہونچنا تھا ورنہ ریل ڈبھوئی جانے والی مل نہ سکتی تھی اس وجہ سے موٹر دہت
ہونے کے بعد فی گھنٹہ پچاس میل کی رفتار سے جانا پڑا تب کہیں اسٹیشن
پر ایسے وقت پر پہونچے کہ ریل چھوٹنے کو صرف پانچ منٹ باقی تھے ہم
نے موٹر ڈرائیور کا شکریہ ادا کر کے کچھ انعام بھی دیا۔ بڑودہ سے ڈبھوئی
۲۰ میل ہے کرایہ ریل ۶ ہے مولانا الحاج حضرت سید مرتضیٰ صاحب
حضرت ملی میاں صاحب برادرِ مولانا اور حضرت اچھامیاں صاحب
اور ڈبھوئی کے اکثر حضرات تشریف فرما تھے جیسے ہی گاڑی اسٹیشن
پر پہونچی نہایت گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ مولانا سید مرتضیٰ صاحب
نے فرمایا کہ قیام ڈبھوئی تک ہماری جماعت اُنہیں کے مہمان رہیگی
مغرب کا وقت قریب تھا اسٹیشن پر ہی نماز پڑھ کر انجمن کے بنگلہ کو روانہ
ہوئے جہاں پر ہمارے ٹھیرنے کا انتظام تھا انجمن کا مکان مولانا سید
مرتضیٰ صاحب نے اپنی ذاتی رقم مبلغ پندرہ سو روپیہ میں خریدا اور
تعمیر و ترمیم میں بھی اسی قدر روپے صرف ہوئے اس طرح اس عمارت
پر تین ہزار روپے کا صرفہ ہوا اتفاق کی بات ہے کہ مکان کی رجسٹری
اُسی روز ہوئی جس روز ہم وہاں پہونچے رات میں نو بجے ایک جلسہ
بھی منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت سید عیسیٰ عرف حاجی میاں صاحب
سجادہ نے فرمائی جلسہ میں مولانا سید مرتضیٰ صاحب نے فرمایا کہ اس

مکان کی میرے نام پر آج ہی رجسٹری ہوئی ہے اور میں نے اِس مکان کو "انجمن محمدیہ ڈبھوئی" کے نام پر وقف کردیا ہے اب آئندہ کے لئے میرے بچوں کا یا میرے ورثاء کا اِس مکان پر کوئی حق نہ ہوگا بلکہ یہہ مکان قوم کے اُنہیں افراد کا ہوگا جو انجمن سے تعلق رکھتے ہوں - اہل ڈبھوئی کی قومی خدمات - محبت وخلوص اخلاق اور مہمان نوازی قابل تعریف و قابل تقلید ہے - سچ تو یہہ ہے کہ یہہ سب کچھ مولانا کے فیضانِ صحبت کا اثر ہے جس سے نہ صرف ڈبھوئی بلکہ بڑودہ اور جن پٹن اور جہاں جہاں مولانا کا گذر ہوتا ہے وہ سب مقامات مستفید ہوتے رہتے ہیں - مولانا نے اِن لوگوں میں قومی جوش و ہمدردی کی ایک نئی رُوح پھونک دی ہے - جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ ایک زندہ قوم کے افراد معلوم ہوتے ہیں - دوسرا روز جمعہ کا تھا بعد نماز جمعہ مولانا سید غنی صاحب نے وعظ فرمایا اسی روز رات میں اہل ڈبھوئی کی جانب سے ہماری دعوت ہوئی اور بعد نماز عشاء رات کے مجلس وعظ منعقد ہوئی -

واپسی از ڈبھوئی بجانب وڈودرہ بروز شنبہ بتاریخ [illegible] جمادی الثانی ہمارا وہاں سے نکلنا طے پاچکا تھا ریل گیارہ بجے روانہ ہوتی تھی لیکن نو بجے سے ہی یہہ حضرات

لے نکلے بظاہر تعجب ہوا کہ انجن سے اسٹیشن کا راستہ صرف دس منٹ کا ہے پھر اتنی جلدی نکلنے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن بہت جلد تعجب دور ہو گیا۔ کیونکہ اہل انجمن کو ہمیں ڈبھوئی کے لوگوں سے ملانا مقصود تھا جب ہم بازار میں پہونچے تو کئی حضرات کو اپنا منتظر پایا اکثر دوکانوں پر ہمیں ٹھیرنا پڑا جہاں پان سپیاری عطر اور پھولوں سے اور بعض جگہ تو دامے درمے بھی ہماری تواضع کی گئی اس طرح ہماری مختصر سی جماعت ایک جماعت کثیر کے ہمراہ اسٹیشن پہونچی اسٹیشن پر لوگوں کا اتنا کثیر مجمع تھا کہ دل پر اہل ڈبھوئی کی محبت وعقیدت کا گہرا اور ناقابل فراموش اثر مرتسم ہوا ایسی محبت کے لوگ دیکھنے میں نہیں آئے ان کو بڑا افسوس یہ تھا کہ ہم فرح مبارک جا رہے ہیں اور انہیں اس کی ذرہ بھر بھی خبر نہ ہوئی ورنہ ان میں سے بھی بعض لوگ ہمارے ساتھ ہو جاتے ان لوگوں کا خیال ہے کہ آیندہ کوئی جماعت نکلے تو وہ بھی ضرور ساتھ دینگے ہم ڈبھوئی سے بڑودہ پہونچے۔ مولوی سید مرتضیٰ صاحب اور چھامیاں صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے بڑودہ اسٹیشن پر بھی لوگ پھولوں کے ہار لئے ہوئے منتظر تھے اور اسٹیشن کے باہر کھلے میدان میں چاء اور پھول اور پان کا انتظام کیا گیا تھا اس مخلصانہ ضیافت سے فارغ ہو کر ہم سب مولانا سید مرتضیٰ صاحب کی مسجد واقع طائی واڑہ میں پہونچے رات میں

جماعت کی جانب سے دعوت ہوئی اور بعد نماز عشاء مولانا سید عیسیٰ صاحب کا وعظ ہوا۔

بروز یکشنبہ ۱۵ر جمادی الثانی بڑودہ سے

روانگی از بڑودہ بجانب احمد آباد۔ کلنا طے پا چکا تھا کہ یہاں سے صبح کے سات بجے ریل احمد آباد کو جاتی ہے اس لئے علی الصبح ناشتہ سے فارغ ہوکر ہم لوگ ایک مجمع کثیر کے ساتھ اسٹیشن پر پہونچے جس گرمجوشی اور تپاک سے خیر مقدم کیا گیا تھا اسی طرح ہمیں خدا حافظ کہا گیا اور پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ بڑودہ سے احمد آباد ۶۳ میل ہے، پاسنجر گاڑی کا کرایہ فی کس ایک روپیہ تین آنے ہے ہم لوگ پاسنجر ٹرین کے ذریعہ تقریباً بارہ بجے احمد آباد پہونچے اسٹیشن کے باہر محمد میاں کی سرا ہیں جہاں کمرے مختلف کرایہ پر ملتے ہیں ہم لوگ ایک روپیہ کرایہ والا کمرہ لیکر ٹھیر گئے سرا کے باہر متعدد ہوٹل ہیں لیکن ان میں ایک ایرانی ہوٹل سب سے بہتر ہے دوپہر کا کھانا ہم نے اسی ہوٹل میں کھایا اور نماز ظہر کے بعد ایک تانگہ دو روپیہ کرایہ پر لے کر زیارت کے لئے روانہ ہوئے سب سے پہلے بہدر دروازے میں حضرت بندگی میاں سید علی شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابن امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اس کے بعد استوریہ دروازے کے

کے باہر ایک کھیت میں حضرت بی بی بون جی رضؓ زوجۂ اما منا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے بی بی کے چبوترے کے پائنتی کوئی پچاس قدم کے فاصلے پر حضرت میاں عبدالمجید نور نوش رضؓ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے بیکم جی کے مندر پہونچے جہاں میاں رنگریز شہید رضؓ اور اُس سے کچھ فاصلہ پر حضرت میاں لاڈشہ رضؓ کے مزارات ہیں یہاں آستان بوسی کرکے امام موسیٰ سہاگ کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوئے سب سے آخر میں حضرت میاں راجو شہید رضؓ کے حظیرے میں داخل ہوئے جو لال بنگلہ پٹاڈی والا کے عقب میں واقع ہے ان سب زیارات سے فارغ ہوکر مغرب کے بعد اپنے قیام گاہ پر واپس ہوئے اور رات وہیں بسر کی ۔

روانگی از احمد آباد بروز دوشنبہ ۱۶ ؍ جمادی الثانی آٹھ بجے صبح احمد آباد سے بذریعہ سندھ میل حیدرآباد سندھ روانہ ہوئے احمد آباد سے سندھ حیدرآباد ۵۱۷ میل ہے اور کرایہ فی کس گیارہ روپیے گیارہ آنے ہے چھوٹی لائن اور مسافروں کی کثرت ہونے کی وجہ سے یہہ گاڑی تکلیف دہ ہے ۔

احمد آباد سے حیدرآباد سندھ کو راست جانے والے صرف دو ہی ڈبے ہوتے ہیں اتفاق سے اُس روز گاڑی میں کچھ سرحدی

پٹھان تھے جو چمن کے قریب تک جانیوالے تھے اور ڈبے میں پوری جگہ پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے باوجود اُن کی سخت مزاحمت کے ہم لوگ سوار تو ہو گئے۔ لیکن اُن میں ایک ضعیف العمر پٹھان نے دم ناک میں کر دیا میں نے بڑی کوشش سے اپنے ساتھیوں کو دوسرے پٹھانوں کے ساتھ بٹھا دیا اور میں خود اُس بڈھے پٹھان کے پاس جا بیٹھا اور اُس کے ساتھ کچھ ایسی آؤ بھگت سے پیش آیا کہ اس نے خود بخود اپنا بستر اُٹھا کر مجھے اپنی جگہ پر سونے کی اجازت دے دی میں آرام سے رات بھر سوتا رہا چونکہ مل جل کر سفر کرنے کی وجہ سے پٹھانوں سے قدرے موانست پیدا ہو گئی تھی اس لئے اُن کے ذریعہ سے ہمیں بہت کچھ معلومات بھی بہم پہونچیں اور راستہ میں مدد بھی ملی دن کے گیارہ بجے گاڑی پالن پور اسٹیشن پہونچی یہ بالکل معمولی وضع کا اسٹیشن ہے یہاں ایک عجیب بات یہ نظر آئی کہ ریل کے وقت بندر اسٹیشن پر آیا کرتے ہیں جن کو مسافر روٹی وغیرہ ڈالتے ہیں شام کے پانچ بجے مارواڑ جنکشن آیا یہاں سے گاڑی سیدھے دہلی جاتی ہے لیکن ہمارے دو ڈبے سندھ حیدرآباد جانیوالی گاڑی میں لگا دئے جاتے ہیں یہاں سے مسافروں کی اور بھی کثرت ہو جاتی ہے اور راستہ بڑی تکلیف سے گذرتا ہے مارواڑ سے

سندھ تک ریتلی زمین ہے ۔ گاڑی چلتے وقت باریک باریک ریت اُڑا کرتی ہے باوجود دریچہ بند کرنے کے ہمارے کپڑے اور سامان ریت سے اَٹے ہوئے نظر آتے تھے ۔

ورُود بہ حیدرآباد سندھ بروز سہ شنبہ ۱۷ جمادی الثانی گیارہ بجے سندھ حیدرآباد پہونچے یہاں پر ریل بدلنا پڑتا ہے اور یہاں سے بڑی لائن شروع ہو جاتی ہے کراچی میل جو کوئٹہ جاتا ہے شام میں پانچ بجے نکلتا ہے ۔ وقت کافی ہونے کی وجہ سے ہم وکٹوریہ گاڑی (جس کو حیدرآباد دکن میں بگی کہتے ہیں) ڈیڑھ روپیہ کرایہ پر مقرر کر کے شہر دیکھنے کے غرض سے نکلے سندھ حیدرآباد کی بستی کچھ قابل تعریف نہیں لیکن مکانوں کی وضع قطع کچھ عجیب وغریب ہوتی ہے ہر مکان کی چھت پر ایک بڑی چیل پَر کھولے ہوئے لٹکتی نظر آتی ہے (دراصل چیل نہیں بلکہ مکان کی چھتیں اُس وضع کی بنائی جاتی ہیں) معلوم ہوا کہ یہاں گرمی زیادہ ہونے کی وجہ سے چھتوں پر اِسی طرح کے روشن دان لگا دئے جاتے ہیں۔ شہر چھوٹا سا ہے ۔ خصوصاً صدر بازار بہت تنگ ہے یہاں کے لوگ عموماً آنکھ ناک کے درست ہوتے ہیں تمام شہر گھوم کر اسٹیشن کو واپس آئے ۔

روانگی از حیدرآباد سندھ ریل کا وقت بھی قریب پہنچ چکا تھا حیدرآباد سندھ سے چمن کا فاصلہ ۴۹۵ میل ہے اور کرایہ فی کس ذریعہ میل سات روپیے سات آنے ہے میل گاڑی ہونیکی وجہ سے ایک گونہ تکلیف رہی راستہ میں کھانے پینے کی چیزیں کثرت سے ملتی ہیں اور اچھی بھی ہوتی ہیں۔ رہوڑی جنکشن پر گاڑی رات کے گیارہ بجے پہونچی۔ یہہ بڑا جنکشن ہے جہاں سے ریل گاڑیاں سارے پنجاب میں جاتی ہیں رہوڑی جنکشن سے ہماری کوئٹہ جانیوالی ریل تقریباً رات کے بارہ بجے چھوٹی اسٹیشن سے ایک میل پر دریائے سندھ کا پل آتا ہے یہہ پل اپنی صنعتِ کاریگری کے لحاظ سے ہندوستان بھر میں مشہور ہے دریا کے دونوں کناروں پر دیوار کی بندش ہے درمیانی ستونوں کے بغیر پل کھڑا کیا گیا ہے دریا کے اس پار سکھر اسٹیشن ہے فوجی مقام ہونیکی حیثیت سے یہاں بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ رات آرام سے گذری پٹھانوں کا ساتھ ہونیکی وجہ سے دوسرے مسافر ہمارے ڈبے میں آنے سے ڈرتے تھے

صبح صبح سی بی کا اسٹیشن آیا یہ بھی فوجی مقام ہے یہاں سے بلوچستان کا علاقہ شروع ہوتا ہے اس وجہ سے پولیس کی تحقیقات بھی شروع ہو جاتی ہے انسپکٹر صاحب نے ڈبے میں آکر ہمارے پاسپورٹوں

کی تحقیق کرلی اور جو کچھ نوٹ کرنا تھا کرلیا سبی بی میں خاص بات یہ ہے
کہ مسافروں کو اسٹیشن پر نل کا پانی اس قدر گرم ملتا ہے کہ اس کے استعمال
سے ایک گونہ تکلیف محسوس ہوتی ہے سبی بی سے پہاڑی سلسلہ شروع
ہوجاتا ہے اور اسٹیشن مشقاف سے تو یہ اور بھی زبردست ہوجاتا ہے
یہاں ریلوے لائن کئی جگہ سرنگوں میں سے گذر رہی ہے خصوصاً
نمبر (۱) (۳) (۷) (۱۰) (۱۲) بڑی طویل سرنگیں ہیں بقیہ سرنگوں
کی لمبائی دو سو سے چار سو گز تک ہوگی اسٹیشن آب گم سے ٹرین کو دو
انجن کھینچا کرتے ہیں ایک سامنے کی طرف اور دوسرا پچھلی طرف رہتا
ہے یہاں سے پہاڑ بہت اونچے اور ہیبت ناک دکھائی دیتے
ہیں اس مقام سے گرمی بھی شروع ہوجاتی ہے گو صبح کا وقت تھا۔
تقریباً نو بجے ہوں گے لیکن خاصی گرمی تھی دس بجے مچ اسٹیشن آیا یہ
فوجی مقام ہے یہاں بھی ہمارے پاسپورٹس کی تنقیح ہوئی مچ اسٹیشن پر
کھانے پینے کی چیزیں افراط سے ملتی ہیں لیکن کسی قدر گراں۔ راستہ
پہاڑی ہونیکی وجہ سے ریلوے لائن کو کچھ عجیب طریقہ سے مچ اسٹیشن
تک پہونچایا گیا ہے مچ اسٹیشن سے ایک اور انجن سامنے لگایا جاتا ہے
گویا تین انجن ہماری پانچ ڈبے والی گاڑی کو کھینچا کرتے ہیں یہاں سے
پہاڑ ایسے ایسے اونچے نظر آتے ہیں گویا آسمان سے باتیں کر رہے

ہیں اور یہہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی آسمان پر چڑھ رہے ہیں ریلوے لائن بڑی بڑی پہاڑکی چوٹیوں پر سے ہوکر گذری ہے پچ کے بعد سے کول پور اسٹیشن تک پانچ سرنگیں ملتی ہیں اس راستہ میں عجیب عجیب قدرتی مناظر نظر آتے ہیں -

کول پور اسٹیشن پر دونوں زائد انجن نکال دئے جاتے ہیں صرف ایک انجن رہ جاتا ہے اب یہاں سے عموماً صاف اور ہموار میدان ہے کچھ درخت اور کھیت نظر آتے ہیں ریلوے لائن کے بازو بازو سڑک بھی گذری ہے جس پر موٹروں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے سڑک اور ریل کا سلسلہ ساتھ ساتھ چمن تک یکساں چلا گیا ہے -

ورود بہ کوئٹہ:- ٹھیک ایک بجے دن کے کوئٹہ اسٹیشن آیا سب سے پہلے میری نظر پڑی تو اسٹیشن پر پڑی جو زلزلے کی پہلی نشانی ہے اسٹیشن کے ہر دو بازو سلامت ہیں لیکن درمیانی حصہ غائب ہے - اُترنے کے ساتھ ہی پولیس کے انسپکٹر اور جوان وغیرہ آتے ہیں اور تحقیقات شروع ہوجاتی ہے ہمارے پاسپورٹ لے لئے گئے اور کوئٹہ میں جائے قیام دریافت کی گئی میں نے جواب دیا ہم یہاں نووارد ہیں شہر تباہ ہے آپ ہی پتہ دیجئے کہ ہم کہاں ٹھیریں - انسپکٹر قوم کا سکھہ تھا اس نے کہا آپ کو بستی میں ہوٹل وغیرہ

ملیں گے ۔ لیکن بستی دور ہے اس لئے بہتر ہے کہ آپ اسٹیشن
دیو نامی ہوٹل جو اسٹیشن سے صرف ایک فرلانگ پر ہے قیام کریں
میں نے بھی اُس کو مناسب سمجھا حمالوں سے کہا کہ اسٹیشن ویو ہوٹل چلو
یہہ ہوٹل انگریزی طرز کا ہے گو اُس کے اخراجات زیادہ ہیں لیکن بہت
ہی پاک وصاف ہے اور انتظام بھی معقول ہے کمرے کا کرایہ روزآنہ
دو روپیے اور کھانے وغیرہ کے اخراجات روزانہ چار روپیہ گویا ایک
مسافر کو روزانہ چھ روپیے صرف کرنے پڑتے ہیں ۔منتظم صاحب ہوٹل نہایت
خوش اخلاق اور اچھے آدمی ہیں ہم نے کھانے کے اخراجات کی زیادتی
محسوس کی تو اُنہوں نے مجھ سے کہا آپ چاہیں تو کھانے وغیرہ کا انتظام
باہر بستی کی ہوٹل سے کر سکتے ہیں اگرچہ اس ہوٹل کا قاعدہ تو یہہ ہے کہ ہر
کمرے میں ایک ہی مسافر اُتر سکتا ہے لیکن میں بانیوجہ کہ آپ لوگ
مسافر ہی نہیں بلکہ سادات بھی ہیں اور پھر نظام حیدرآباد کے باشندے
اس لئے آپ کے ساتھ اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ آپ معہ ہمراہیوں
کے رہیں لیکن کمرہ صرف آپ ہی کے نام سے دیا جائے گا کیونکہ
آپ کو صرف ایک رات ہی رہنا ہے صبح تو آپ چلے جائیں گے
اُنھوں نے اپنی مہربانی سے ہم کو اپنا ایک ملازم بھی دیا تاکہ ہم اس
آدمی کے ذریعہ باہر کی ہوٹل سے کھانا وغیرہ منگا سکیں ہم کو یہاں بڑا

آرام ملا یعنی کام کاج کے لئے آدمی اور رہنے کو اچھا مقام ہم نے
بھی کمرے کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھا دوپہر کے کھانے کے
بعد میں شہر کوئٹہ دیکھنے کی غرض سے نکلا شہر کیا ہے ایک کھنڈر ہے
صرف ایک سڑک کے آس پاس چھوٹے چھوٹے ٹین کے شیڈ بالکل
حیدرآباد کے پلیگ کیمپ کی طرح بنا لئے گئے ہیں بازار بھی انہی میں
ہے مکانات بھی اسی میں اب تک کھدائی کا کام جاری ہے اب
بھی کہیں کہیں ملبوں سے انسان کی ہڈیاں برآمد ہوتی ہیں۔ وہاں کے
لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پچپن ہزار جانیں تلف ہوئیں۔
سارے شہر میں نہایت عمدہ ڈامبر کی سڑکیں بنی ہوئی ہیں لیکن مکان
ایک بھی نہیں سڑکوں کے دونوں کناروں پر مٹی کے ڈھیر لگے
ہوئے تھے گورنمنٹ کی طرف سے قانون نافذ ہوا ہے کہ کوئی مکان
گچ اور اینٹ کا نہ بنے ہر ایک مکان ٹین کا ہو اور وہ بھی تیس فٹ
اونچے سے زیادہ نہ ہو فوجی بارکس بھی موجودہ شہر سے چار میل
باہر ٹین کے تیار ہو رہے ہیں شام تک اسی طرح برباد شدہ شہر کی
سیر کرنے کے بعد ہوٹل کو لوٹے مغرب کے بعد انسپکٹر صاحب
خفیہ پولس تشریف لائے اور اپنی نصیحت آمیز تقریر شروع کی کہ آپ
لوگ ایسی جگہ کیوں جا رہے ہیں جہاں کی حکومت نہ منظم ہے نہ مستحکم

جہاں لوٹ مار غارتگری آئے دن ہوا کرتی ہے۔ ہندوستان کے جیسے امن کے مقام سے آپ لوگوں کو ہرگز نہ جانا چاہئیے۔ اور پھر افغانستان میں ایسی کونسی زیارتیں ہیں جو آپ لوگ اتنے دوَر و دراز مقام سے آئے ہیں بہت کچھ نصیحت کے دفتر کھول دئے جب ہمارے مستقل ارادے کو دیکھا اور سمجھا کہ قطب از جانمی جنبد تو کہنے لگے خدا آپ کو زیارت مبارک کرے لیکن جناب جہاں کہیں بھی آپ تشریف لیجائیں مجھے نہ بھولنا دعائے خیر سے یاد کرنا یا تو شدومد کے ساتھ ہمیں سفر پر جانے سے منع کر رہے تھے یا اب کہنے لگے کہ جائیے سفر مبارک ہو' اور پھر ہمارا تفصیلی پتہ بھی درج کرلیا اور کہا خدانخواستہ وہاں آپ کو کوئی واردات پیش آئے تو ہمیں بھی اُس کی اطلاع ملتی ہے تاکہ ہم آپ کے اہل و عیال کو اطلاع دیں ہمارا تفصیلی پتہ نوٹ کرلینے کے بعد ہمارے پاسپورٹ واپس کر دیئے اور چلتے بنے رات میں بہت سردی تھی جس کے سبب کسی قدر تکلیف رہی صبح میں ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اسٹیشن آئے گاڑی اسی مقام سے نکلا کرتی ہے۔

روانگی از کوئٹہ بجانب چمن ہندوستان سے آنے والے مسافرین کے لئے راست کوئی گاڑی نہیں

ہے اِس کا سبب یہ ہے کہ یہاں پر ہر مسافر سے پوچھ کچھ ہوا کرتی ہے ان کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ تحقیقات بھی ہو اور اُسی وقت مسافر دوسری طرف جا سکے اِسی مصلحت کے سبب ریل کا وقت ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ کوئٹہ میں بائیس ۲۲ گھنٹے کے قریب رہنا پڑتا ہے کوئٹہ سے چمن جانیوالی گاڑی گیارہ بجے دن کے نکلی چمن یہاں سے ۸۹ میل ہے لیکن سات گھنٹے میں گاڑی جاتی ہے۔ کوئٹہ سے مسافروں کی کثرت شروع ہو جاتی ہے۔ سب سرحدی پٹھان یہہ لوگ عموماً بدسلیقہ اور اُجڈ ہوتے ہیں کوئٹہ سے بھول کر بھی درجہ سوم میں سفر کرنا نہیں چاہیئے یہہ لوگ ڈبے میں جابجا تھوک دیتے ہیں تھوک کی کثرت کا یہہ حال ہے کہ خود اُن کی ریش مبارک اور جسم کے کپڑے تھوک سے آلودہ رہتے ہیں لیکن اِن لوگوں کو اِس بات کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا وہ برابر اپنا فعل جاری رکھتے ہیں کوئٹہ سے چمن تک کسی اسٹیشن پر کھانے پینے کی چیزیں نہیں ملتی مسافروں کو چاہیئے کوئٹہ ہی سے خورد و نوش کا سامان ساتھ رکھ لیں ورنہ تکلیف اُٹھانی پڑیگی۔

گلستان اسٹیشن سے چڑھائی شروع ہو جاتی ہے جو شیلہ باغ تک رہتی ہے۔ شیلہ باغ کا سُرنگ تین میل لمبا ہے آٹھ منٹ تک

ریل دوڑتی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اور پانچ سُرنگ ملے۔ اسٹیشن شیلہ باغ اور سنزلہ کی بلندی سطح سمندر سے سات اور آٹھ ہزار فٹ کے درمیان ہے۔

ورودُ بہ چمن چمن کو ہم ٹھیک چھ بجے شام پہونچے اُترتے ہی سب سے پہلے پولیس سے سابقہ پڑتا ہے آتے ہی سوالات شروع ہو گئے کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاتے ہو' افغانستان کا نام سُن کر پاسپورٹ طلب کئے گئے جب پاسپورٹ دئے جاتے ہیں تو یہہ لوگ یہہ کہہ کر رکھ لیتے ہیں کہ کل موٹر کے پاس آپ کو آپ کے پاسپورٹ مل جائیں گے۔ میں نے دفعدار صاحب سے دریافت کیا کہ چمن میں کوئی مقام ایسا بھی ہے جہاں ہم آرام سے ٹھیر سکیں۔ دفعدار صاحب بھلے آدمی معلوم ہوئے اُنھوں نے ایک ہندو کی سرائے کا پتہ دیا جو حقیقت میں اچھی جگہ ہے جوگی رام کے بغیچہ کے نام سے مشہور ہے عین بازار میں واقع ہے یہاں کمرے ملتے ہیں اور نل حمام بیت الخلاء وغیرہ کا اچھا انتظام ہے۔ بغیچہ حقیقت میں چھوٹا سا خوبصورت باغ ہے جس میں پھولوں اور پھلوں کے درخت لگے ہوئے ہیں اس سرائے میں کرایہ وغیرہ نہیں لیا جاتا ہر قوم کا آدمی ٹھیر سکتا ہے لیکن اکثریت ہندوؤں کی رہتی ہے

مسلمان بہت کم یہاں اُترتے ہیں۔ میں نے ایک مسلمان حمال کو جو گُل محمد نامی تھا اِس معاہدے کے ساتھ اسٹیشن ہی سے مقرر کرلیا تھا کہ وہ ہمارے موٹر پر سوار ہونے تک ساتھ رہے یہ آدمی بھی اچھا تھا اِس لئے ہم کو بہت آرام مِلا۔ ہوٹل وغیرہ نزدیک ہیں بازار کوئی بڑا تو نہیں ہے لیکن سامان سب کچھ ملتا ہے مگر کسی قدر گراں معلوم ہوا کہ اس بغیچہ کے مالک کی بازار میں ایک دوکان بھی ہے رات آرام سے سو گئے صبح اُٹھ کر مالکِ دوکان و بغیچہ سے ملے وہ بڑے اچھے آدمی ہیں اُنہیں کے پاس ہم نے کلدار کے افغانی سکّے بنالئے اور پھر ہمارے ساتھ جتنا بھی زیادہ سامان تھا وہ سب کا سب اُنہی کی دوکان میں رکھ دیا گیا اور ان سے ایک رسید لے لی گئی اُنہوں نے خوشی سے ہمارا سامان رکھ لیا ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک صندوق تھا وہ سب وہاں رکھ دئے گئے لیکن ایک صندوق جو فاضِل تھا اُس کو ساتھ رکھ لیا گیا یعنی مسافر تو تھے چار اور صندوق پانچ۔ ہوا یہ کہ ایک بڑے صندوق کو راستہ میں ایک چھوٹا سا صندوق پیدا ہو گیا اور ہم کو اپنے ایک عزیز محترم کی خاطر ایسی عزیز تھی کہ اس نوزائیدہ صندوق کو چھوڑنا گوارا نہ ہوا اور ساتھ ہی رکھ لیا بہرحال بعض بعض وقت حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا وہ قول

یاد آجاتا تھا کہ "سگ باش خُرد نہ باش"۔ ماسوا اس کے چمن پہونچنے تک ہمارے ساتھ میلے کپڑوں کا ذخیرہ بھی کچھ زیادہ ہوگیا تھا چمن میں مولوی عبدالشکور صاحب دھوبی کے پاس کپڑے ڈال دیے اُن کو مولوی لکھنے کی وجہ یہہ ہے کہ جب ہم نے اُنہیں کپڑے ڈالے تو اُنہوں نے ہم کو حسبِ ذیل رسید دی۔ "سید محمود کے ۲۵ عدد کپڑے وصول فقط دستخط مولوی عبدالشکور صاحب چمن" یہ وہی بات ہوئی کہ "اپنے کو تو آپ اور دوسرے کو تُو سے خطاب"۔ اِن تمام اُمور سے فارغ ہوکر گیارہ بجے کے قریب انسپکٹر س آفس سَرحدی چلے گئے اس کچھری کے سامنے ایک میدان ہے اور اس میدان میں افغانستان جانیوالی موٹریں ٹھیرتی ہیں کچھری بھی شہر کے باہر اُس سڑک پر ہے جو افغانستان کو گئی ہے ہر آنے جانے والی موٹر کی تحقیقات ہوا کرتی ہے اور اُن کے پروانہ راہداری دیکھے جاتے ہیں اجازت ملنے پر موٹر وہاں سے گذر سکتی ہے آج جمعہ کا دن ہونے سے خیال تھا کہ موٹر نہیں جائے گی وہاں جانے پر معلوم ہُوا کہ میوہ کی آمد و رفت کثرت سے ہے جمعہ کے روز موٹر جو نہیں جایا کرتی تھی وہ اَب بھی چلنے لگی ہے، وہ قید اب باقی نہیں رہی ہمارے حق میں یہ اچھا ہوا۔ انسپکٹر صاحب سرحد بڑے

شریف اور خوش اخلاق آدمی ہیں ہم کو دو گھنٹے ٹھہرنا پڑا انہیں
کے اجلاس پر بیٹھے رہے اُن سے ہم کو بڑی مدد ملی بہت کچھ
افغانستان کے حالات بیان کرتے رہے ہماری خاطر تواضع
بہت کچھ کی گئی قندھار جانے کے لئے اُنہوں نے خود موٹر کا
انتظام کیا ایک اچھے ڈرائیور کو جو اُردو جاننے والا تھا ہمارے
ساتھ کیا اور ہم کو آرام سے پہونچانے کی بہت تاکید کی۔
روانگی از چمن چمن سے قندھار ۷۶ میل ہے کرایہ فی کس باہر کی
نشست کے لئے ڈھائی روپے کلدار اور اندرونی تختوں کے
فرش پر بیٹھنے کے لئے ڈیڑھ روپیہ کلدار کرایہ سستا ہونے کا سبب
یہ ہے کہ آجکل میوہ کی آمد کثرت سے ہے جس کے سبب موٹریں
روزانہ پچاس ساٹھ آیا جایا کرتی ہیں واپسی میں یہ موٹریں بالکل
خالی جایا کرتی ہیں جو بھی کرایہ مل جائے وہ اُن کے لئے غنیمت ہے
لیکن باہر موٹر ڈرائیور کے بازو دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں اس سے
زیادہ بیٹھنے کی اجازت نہیں اگر بیٹھیں تو جگہ کی تنگی ہو جاتی ہے
ہم کل چار آدمی تھے جن میں ایک صاحب مسن۔ دوسری ایک
ضعیفہ۔ تیسرے ادھیڑ۔ چوتھے جوان۔ اب ناظرین خود فیصلہ
کریں کہ باہر کون بیٹھ سکتا تھا اور اندر تختوں پر کون؟ میری یہ رائے

ہوئی کہ دونوں ضعیف العمر ساتھی باہر بیٹھ جائیں اور ہم دونوں (یعنی جوان اور ادھیڑ) اندر بیٹھ جائیں گے۔ لیکن میرے اس فیصلہ کو میرے ایک محترم ساتھی نے کچھ اچھا نہ سمجھا زبان سے تو انکار نہ فرمایا لیکن تیور ایسے تھے کہ مجھے فوراً اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ میں نے انسپکٹر صاحب سے مِل کر کہا دیکھیئے جناب ہمارے ساتھ دو ضعیف العمر شخص ہیں جو سامنے بیٹھ جائیں گے۔ رہے تیسرے وہ ہمارے محترم مشائخ ہیں اُن کو بھی کسی طرح کوشش کر کے آپ باھر بٹھا دیجئے تو مہربانی ہوگی یہہ سُن کر خود انسپکٹر صاحب موٹر کے پاس تشریف لائے اور مُلّا یار علی صاحب موٹر ڈرائیور سے کہہ کر تین آدمیوں کا باہر بیٹھنے کا انتظام کروایا۔

چلو اچھا ہوا مجھے اندر بیٹھنے میں کچھ عذر تو تھا نہیں موٹر کے دھکے کھانے کی ہمت اور ہر مصیبت کو جو بھی آن پڑے جھیلنے کی طاقت تھی اللہ اللہ کر کے ڈیڑھ بجے موٹر چمن سے نکلی چمن سے دو میل پر سرحد افغانستان شروع ہو جاتی ہے سرحد پر ایک چھوٹا سا مکان اور پھاٹک ہے۔ جہاں پر سپاہی پہرہ دیتا کھڑا رہتا ہے۔ موٹر آتے ہی موٹر میں آکر مسافروں کی اور ان کے اسباب کی دیکھ بھال کرتا ہے اگر مال قابلِ محصول ہو تو وہ خود اسپین بولدک تک

ساتھ ہولیتا ہے۔

وُرود بہ اسپین بولدک

یہہ مقام چمن سے پانچ میل پر ہے۔ (اصل ہیں اس کا نام پہلے قلعہ جدید تھا اب اسپین بولدک رکھا گیا ہے اور پھر عوام کے لئے قانوناً قلعہ جدید کہنا جُرم ہے جس کی سزا پچاس روپیے افغانی سکہ تک ہوتی ہے۔ اِس کا علم ہم کو چمن ہی پر کرادیا گیا تھا ہم نے بھی قلعہ جدید کہنے سے احتیاط کی۔) یہاں پر حکومت افغانستان کی طرف سے محصول خانہ اور پولس کچہری ہے موٹر آنے کے بعد سامان تلاشی ہوتی ہے۔ اور باہر کے مسافروں کے پاسپورٹ دیکھے جاتے ہیں مجھ کو ایک افغانی سپاہی کے ہمراہ پاسپورٹ کے متعلق افسر کے پاس جانا پڑا ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک پلنگ پڑا ہوا ہے اُس پر ایک نوجوان صاحب لیٹے ہوئے حُقہ پی رہے ہیں ہمارے جانے پر اُٹھے سلام مسنون کے بعد ہمارے پاسپورٹ کا معائنہ کیا اور پورے طور پر تحقیقات کر لینے کے بعد اپنے دستخط ثبت کردئے اور ہمیں جانے کی اجازت دے دی اور اپنی نذر (ایکروپیہ افغانی) مسکراتے ہوئے قبول کی موٹر کے پاس پولیس اور محصول خانے کے جوان کھڑے ہوئے تھے ملا یار علی صاحب ڈرائیور کے یہ کہنے پر کہ یہہ سادات

ہیں اور زیارتیں کرنے کے لئے تمہارے علاقہ میں آئے ہیں اِن کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اُن کے پاس کوئی سامان ایسا نہیں ہے جو محصول طلب ہو یہہ واپس ہونے والے مسافر ہیں اور نہ معلوم کیا کیا اُن سے کہا کہ اُنہوں نے ہمارے سامان کی تلاشی نہیں لی البتہ نذر طلب کی نذر دینا پڑا ہمارے ساتھ ایک پٹھان مسافر تھا البتہ اُس کے پاس کچھ سامان محصول کے قابل تھا لیکن اُس نے قسم کھاکر جوانوں سے کہہ دیا کہ کچھ بھی نہیں ہے نہ معلوم اُن جوانوں کو کہاں سے علم ہوگیا تھا اُنہوں نے اس کی قسم کا کچھ اعتبار نہ کیا بلکہ سامان کی تلاشی لینی شروع کردی بہت سا سامان محصول طلب برآمد ہوا اس کی وجہ سے موٹر کو تقریباً دو گھنٹہ ٹھیرنا پڑا کُل سامان پر معہ جرمانے کے دُگنا محصول لگایا گیا تب موٹر کو جانے کی اجازت ملی۔ اسپین بولدک میں ہوٹل وغیرہ بھی ہیں کھانا وغیرہ مِل سکتا ہے تقریباً ایک ہزار تین سو میل ہندوستان کے طے کرنے کے بعد ہندوستان چھوڑنے تک ہم کو کچھ بھی تکالیف سفر محسوس نہیں ہوئے لیکن اب علاقہ افغانستان کے پانچ ہی میل میں سفر کی صعوبتیں شروع ہوگئیں۔

روانگی بجانب قندہار ہماری طرف جب کسی مقام پر سڑک بنانا چاہیئے ہیں تو پہلے زمین کو ہموار کرکے پتھر بچھاتے

ہیں اس کے بعد مورم ڈال کر رولر پھرا دیتے ہیں جس سے سڑک سخت اور مسطح ہو جاتی ہے لیکن یہاں صرف پتھر بچھاوئے جاتے ہیں۔ اور رولر وغیرہ نہیں پھرایا جاتا معلوم ہوا کہ ان کی حکومت میں رولر اور انجن کا وجود ہی نہیں ہے خود موٹروں کی آمدورفت سے پتھر پس جاتے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں کا پتھر گول ہوتا ہے ورنہ معلوم نہیں موٹروں کا کیا حشر ہوتا ٹائیر اور ٹیوب آٹھ روز بھی کام نہ دے سکتے یہاں کی موٹر لاریاں بڑی زبردست ہوتی ہیں جن کا وزن دو ٹن ہوتا ہے۔ پچھلی طرف چار ٹائیر ہوتے ہیں پھر بھی ٹائیر ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ دو مہینے کام دے سکتے ہیں موٹروں کی رفتار زیادہ سے زیادہ پندرہ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

چمن سے قندھار تک راستہ خطرناک نہیں ہے اونچے پہاڑ کم ہیں راستہ اکثر صاف میدان میں سے گذرا ہے لیکن سڑک بہت ناقص ہے۔ ہچکولے اس قدر لگتے ہیں کہ اگر آدمی بیمار نہیں تو قریب قریب بیمار کے برابر ہو جاتا ہے اگر خدانخواستہ کوئی مسافر بیمار ہو تو پھر اُس کا خدا ہی حافظ ہے راستہ میں ہم کو کہیں بھی کوئی درخت نظر نہیں آیا اگر اتفاق سے کہیں موٹر خراب ہو جائے اور دن کا وقت

ہوتو مسافر یہاں کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوجائے
تقریباً پانچ بجے تختہ پل پہونچے یہاں بھی محصول خانہ ہے سامان کی
تلاشی ہوتی ہے لیکن ہم سے کسی نے بھی کچھ سوال نہ کیا۔

ورود بہ قندھار

وہاں سے جو نکلے تو قندھار پہونچے شہر سے
باہر پولیس کی کچہری ہے مسافروں کی تحقیقات
ہوتی ہے ہمارے پاسپورٹ دیکھے گئے نام وغیرہ لکھ لیا گیا اور
ساتھ ہی نذرانہ بھی دینا پڑا اِن کے سارے علاقہ میں نذرانے کا
رواج زیادہ ہے۔ ٹھیک آٹھ بجے ہم قندھار کی گمرگ میں پہونچے
یہاں گمرگ تجارتی منڈی یا گنج کو کہتے ہیں جہاں سے کُل سامان دیگر
مقامات کو بھیجا جاتا ہے یہیں سے موٹریں آیا اور جایا کرتی ہیں گمرگ
کے دروازے میں پولیس کچہری بھی ہے اور محصول خانہ بھی ہر دو
مقامات میں تحقیق ہوتی ہے مغرب کا وقت ہوگیا تھا اِس لئے پہلے
نماز ادا کرلی گئی پھر موٹر سے سامان اتروا کر ایک ایسے حمال کو ساتھ
لیا جو شاہ بازار میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب دنداں ساز کی دوکان
سے واقف تھا۔ گمرگ کے دروازے پر نذرانہ دینا پڑتا ہے وہاں
سے نکل کر شہر میں داخل ہوئے شہر کے دروازے میں بھی تحقیقات
ہوتی ہے لیکن یہاں پر بغیر نذرانے کے گذر گئے نہ معلوم کیا بات

ہوئی ہم کو تو حیرت رہی بلکہ تحقیقات کے جوانوں نے ہم کو یہہ کہہ کر خدا حافظ کہا کہ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ تقریباً رات کے نو بجے ہوں گے لیکن وہاں پر کچھ کچھ اندھیرا ہوا تھا ہم لوگ مولوی عبدالرحمن صاحب کی دوکان پر آئے، دوکان بند تھی صاحب موصوف موجود نہ تھے۔ کہیں باہر تفریح کو گئے ہوئے تھے زیادہ دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑا کوئی پانچ منٹ ٹھیرے ہوں گے کہ صاحب موصوف آ گئے۔ علیک سلیک کے بعد ہمارا اسامان اُن کے مکان میں بنگلہ پر پہونچا دیا گیا حجانی ماں اُن کے زنانے میں چلی گئیں اور ہم باہر ٹھیرے رہے۔ اُن کو میرے آنے کی اطلاع اس وقت تو نہ تھی لیکن ایک سال قبل اُن کو اسی موسم میں اور انہی دنوں میں میرے آنے کی اطلاع ملی تھی لیکن اُس سال میرا افغانستان کو جانا ملتوی ہو گیا تھا۔ جناب عبدالرحمن صاحب میرے محترم اُستاد مولوی ابوالوفا صاحب پروفیسر فقہ مدرسہ نظامیہ سرکار عالی حیدرآباد کے رشتہ کے بھائی ہوتے ہیں میرے محترم اُستاد جب کبھی قندھار آتے ہیں۔ تو انہی کے پاس مہمان رہتے ہیں اور میں بھی مولوی صاحب محترم کے حکم پر انہی کے پاس ٹھیرا اُترنے کے بعد مُنہ ہاتھ دھو کر کچھ کھا لیا گیا ہوٹل مکان سے بالکل قریب تھی ایک آدمی کو مولوی

عبدالرحمن صاحب نے ہماری خدمت کے لئے متعین کردیا تھا۔
جس سے ہم کو بڑا آرام ملا بازار کا سب کام وہی کرتا تھا ہم سب
بہت تھکے ہوئے تھے نماز پڑھتے ہی بنگلے پر زیر سمان سو رہے
اگرچیکہ موسم گرم تھا لیکن رات میں سردی اچھی محسوس ہوئی بلکہ صبح
کے وقت تو سردی تکلیف دہ ثابت ہوئی یہ یرقان کا موسم ہے
یہاں کے لوگ اس موسم کو بہت پسند کرتے ہیں دن میں کچھ گرمی
رہتی ہے رات میں سردی اور اسی موسم میں میوے کی پیداوار کثرت
سے ہوتی ہے۔ ہندوستانی حضرات اگر علاقہ افغانستان میں سفر
کرنا چاہیں تو اُن کے لئے جولائی اور اگسٹ کا مہینہ بہت موزوں
ہے ہفتہ کے دن ۱۲ر جمادی الثانی کو ہم قندھار میں تھے۔ علی الصبح
گرم گرم غسل کیا تاکہ موٹر کی تکان سے جو درد جسم میں پیدا ہوگیا تھا
دُور ہو جائے لیکن اُس کا اثر اُلٹا نکلا تکلیف اور بھی زیادہ ہوگئی
ناشتہ سے فارغ ہوکر سب سے پہلے شہر کے ٹپہ خانہ کو گئے تاکہ
ہمارے یہاں تک پہونچنے کی اطلاع گھروں کو کردیں یہاں کے
ٹپہ خانہ کا انتظام کچھ عجیب سا ہے بازار میں ٹکٹ یا کارڈ اور
لفافے وغیرہ نہیں ملتے بلکہ خط لکھنے کے بعد خود ہم کو ٹپہ خانہ
جانا پڑتا ہے ٹپہ کے منشی صاحب سے مِل کر اپنا خط اُن کے حوالے

کرنا ہوگا۔ منشی صاحب سب سے پہلے خط کی عبارت کو دیکھیں گے اور پھر اُن کو وزن میں شک ہو تو خط کو تول بھی لیں گے اس کے بعد ہم سے مخاطب ہو کر پیسے طلب کریں گے ہم سے پیسے لینے کے بعد اپنے صندوقچے سے ٹکٹ نکال کر خود ہی اپنے لعابِ دہن سے ٹکٹ چسپاں کر دیں گے اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے میز پر سے ایک لمبے ڈنڈے کو اُٹھائیں گے جس کے ایک سرے پر مُہر لگی ہوئی ہوگی اپنے ہاتھ سے ٹکٹ پر مُہر کریں گے اور بعد ازاں یہ کہتے ہوئے اس خط کو اپنے میز پر رکھے ہوئے صندوق میں ڈال دیں گے "جب تک یہاں ٹکٹ پر مُہر نہ لگائی جائے کوئی خط جا نہیں سکتا یہ مُہر دیکھ لیجئے"۔ پھر کہیں ہم کو جانے کی اجازت ملیگی یہ ہے انتظام ٹپہ کا نہ تو بازار میں اسٹامپ فروخت ہوتے ہیں اور نہ پوسٹ بکس نصب ہیں ٹپہ خانہ سے نکل کر سب سے پہلے ہم سفیر برطانیہ کے پاس گئے صاحب موصوف کا مکان اور کچہری ایک ہی جگہ عیدگاہ کے دروازے سے متصل قندھار کی عدالت العالیہ کے مقابل میں ہے مکان پر پرچم برطانیہ لہراتا رہتا ہے اور یہ علامت ہے سفیر برطانیہ کے مکان کی کچہری میں منشی صاحبان موجود تھے ہم لوگ پہلے اِن سے ملے پھر اپنے

آنے کی اطلاع سفیر صاحب سے کرائی تھوڑی دیر میں ہماری
طلبی ہوئی۔ سفیر صاحب کا اجلاس مکان کے اندرونی حصہ میں ہے
پہلی ملاقات میں صاحب موصوف کا ہمارے ساتھ ایسا سلوک
ہوا کہ ہمارے پاس اُن کے شکریہ کے الفاظ ہی نہیں ہیں مختصر
یہ کہ نہایت خلیق اور اچھے آدمی ہیں حقیقت میں اُن کے اچھے
ہونے کا ایک قصہ کہتا ہوں جس وقت ہم لوگ چمن سے قندھار
کے ارادے سے نکلے تو اُس وقت انسپکٹر صاحب سرحدی سے
میں نے کہا تھا کہ آپ ایک تعارفی خط ہمارے لئے سفیر صاحب
کے نام دیجئے تاکہ ہم کو وہاں آرام ملے انسپکٹر صاحب نے
اُس کے جواب میں کہا" مولانا خط تو اُن کے نام دینے کی ضرورت
ہے جو کج خلق اور لاپرواہ اور بے درد ہوں ہمارے سفیر صاحب
کو لکھنے کی ضرورت ہی نہیں وہ بذاتِ خود ایسے ہیں کہ ملنے پر
خود ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا بہرحال سفیر صاحب کی بہت کچھ
تعریف کی تھی اور حقیقت میں ہم نے بھی ویسا ہی پایا۔ سفیر صاحب کی
علیک سلیک کے بعد خیریت دریافت کی جب ہمارے سفر کے
اغراض سُنے تو بہت خوش ہوئے ہم سے ہمارے پاسپورٹ
لے لئے گئے اور اُن میں جو کچھ کارروائی کرنی تھی کر دی گئی اُس کے

بعد خود اپنے چپراسی کے ذریعہ ہمارے پاسپورٹ مدیر خارجہ
قندھار کے پاس روانہ کر کے ہم سے کہا کہ یہ پاسپورٹس ضروری
کارروائی کے بعد آپ کی جائے قیام پر پہونچ جائیں گے آپ
کچھ فکر نہ کیجئے کچھ دیر اِدہر اُدہر کی گفتگو ہوئی پھر لیموں کے شربت
سے ہماری تواضع کی گئی اثنائے گفتگو میں میں نے سفیر صاحب
سے کہا کہ فرح جانے کے لئے موٹر کا انتظام کرا دیجئے سفیر صاحب
نے اُسی وقت چپراسی کو یہ دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا کہ
قندھار سے گرشک اور ہرات جانے والی گاڑیوں کے کیا
اوقات ہیں تھوڑی دیر میں چپراسی جواب لایا کہ ڈاک گاڑی یعنے
پوسٹ لے جانے والی موٹر ہفتہ میں صرف ایک بار یعنی جمعرات
کو جایا کرتی ہے رہی دوسری بار برداری کی موٹریں تو اُن کا کوئی
دن یا وقت مقرر نہیں ہے جب کبھی مال کی بھرتی ہو جائے نکلا کرتی
ہیں۔ پھر بھی معلوم ہوا کہ آج تو کوئی گاڑی نہیں جائے گی ممکن ہے
کل شام میں کوئی موٹر نکلے تو نکلے البتہ ایک موٹر تیار ہو رہی ہے کچھ
مال کی بھرتی ہوئی ہے اور ابھی کچھ باقی ہے۔ یہ سُن کر ہم نے کہا
آج نہیں تو کل چلے جائیں گے کوئی ہرج کی بات نہیں اثنائے گفتگو
میں سفیر صاحب نے خود ہی کہا آپ لوگ یہاں کے مدیر خارجہ

محمد حسن خاں صاحب سے ملیئے وہ ایک نوجوان اور بڑے اچھے آدمی
ہیں میں نے ساتھ ہی کہا ہم کو تو اُن سے ضرور ملنا ہے ہمارے پاس
یہاں کے گورنر کے نام ایک خط ہے جس کو اُن کے سفیر صاحب
مقیم بمبئی نے دیا ہے یہ سُن کر ہمارے سفیر صاحب برطانیہ نے اپنے
دفتر کے ایک منشی کو ہمارے ساتھ کر دیا کہ ہمیں مدیر خارجہ محمد حسن خاں
صاحب کے دفتر تک پہونچا دے۔ ہم وہاں سے روانہ ہو کر مدیر
خارجہ کے دفتر پہونچے صاحب موصوف سے ملاقات ہوئی یہہ
نوجوان اور بڑے اچھے آدمی ہیں نہایت خندہ پیشانی سے پیش
آئے مدیر صاحب خارجہ اُردو بھی اچھی طرح بول سکتے ہیں کچھ دیر ملاقات
رہی ہمارے پاسپورٹس انہی کے میز پر رکھے ہوئے تھے میں نے
یہاں کے گورنر اعلیٰ کے نام کا خط اُنہیں دے دیا کہ صاحب موصوف
کو پہونچا دیا جائے اُنہوں نے یہ خط لیتے ہی تعظیماً سر پر رکھ لیا اور ہماری
خاطر تواضع کی اور ہمیں یقین دلایا کہ یہہ خط حاکم اعلیٰ کی خدمت میں پیش
کر دیا جائے گا اگر آپ حضرات ملاقات بھی کرنا چاہیں تو اُس کا بھی
انتظام ہو سکتا ہے میں نے کہا کہ ملاقات کی چنداں ضرورت نہیں
ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ جو غرض ہماری وہاں آنے کی ہے وہ
پوری ہو جائے ہمارے لئے فرح مُبارک کو جانے اور وہاں رہنے

رہنے کا انتظام کرا دیجئے بس یہی کافی ہے اس کے جواب میں مدیر خارجہ نے کہا آپ کچھ فکر نہ کیجئے سب کچھ انتظام ہو جائیگا آپ حضرات کو کچھ تکلیف نہ ہوگی اور آپ کے یہ پاسپورٹس آج شام تک آپ کے پاس پہونچ جائیں گے ۔ مدیر خارجہ محمد حسن خان صاحب سے رخصت ہو کر ہم منشی صاحب سفیر برطانیہ کے ہمراہ معشوق گیاریج پہونچے جہاں سے فرح اور ہرات جانیوالی موٹریں نکلا کرتی ہیں ۔ اس گمرگ کا نام معشوق گیاریج ہے ، عیدگاہ کے دروازے کے باہر مشرقی سمت والی سڑک پر کوئی دو فرلانگ کے قریب یہ گیاریج واقع ہے گیاریج میں مالکان موٹر بیٹھے ہوئے تھے انہیں میں وہ صاحب بھی تھے جن کی موٹر اتوار کے روز جانے کی امید بتلائی گئی تھی اُن سے کرایہ وغیرہ طے کیا گیا باہر کی نشست کے تیس روپئے افغانی فی اسم اور اندر کی نشست کے پچیس ۲۵ ۔ اس طرح جملہ چار آدمیوں کے ایک سو دس ۱۱۰ روپیے افغانی جس کے مبادل اکتیس (۳۱) روپیے چار آنے چھ پائی کلدار ۔ قندھار سے فرح تک کا کرایہ مقرر ہوا اور طے یہ پایا کہ دو آدمی باہر ڈرائیور کے پاس اور دو اندر کی طرف کسی حصہ میں بھی بیٹھ جائیں گے ۔ قندھار سے گرشک اسّی میل ہے اس تصفیہ کے بعد جائے قیام کو واپس ہوئے چونکہ اتوار کو رحت

اندھیرے نکل جانے کی اُمید تھی اِس لئے نیند خوب آئی صبح کی نماز کے لئے اُٹھے تو سردی مزاج پوچھ رہی تھی وضو کرنا تک مشکل تھا بدقت وضو کیا بعد نمازِ فجر مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے گھر سے ناشتہ آیا قندہاری روٹی اور چار ناشتہ میں مِلا کرتے تھے خیال ہوا آج رات کو یہاں سے نکلنا ہی ہے ناشتہ کرتے ہی یہاں کے مشہور مقامات کیوں نہ دیکھ لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا ناشتہ کرتے ہی ایک ٹانگہ کرایہ سے لے لیا پہلے چہل زینہ پہنچے جو شہر سے جانب غرب کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہے چہل زینہ کے نام سے یہ ایک پہاڑ تقریباً تین ہزار فیٹ اونچا ہوگا اُس پہاڑ کی چوٹی پر اُسی پتھر میں ایک کمان تراشی گئی ہے جو دس فیٹ چوڑی اور پچیس فیٹ کے قریب قریب اونچی ہے اِس کمان میں عربی اور فارسی اشعار پتھر میں کندہ ہیں کمان تک پہونچنے کے لئے چالیس سیڑھیاں اُسی پہاڑ میں تراشی گئی ہیں یہ سیڑھیاں پہاڑ کے آخری حصہ یعنی کمان سے متصل ہیں سیڑھیوں تک پہونچنے کے لئے راستہ بنایا گیا ہے جس کو آسانی سے طے کرسکتے ہیں البتہ سیڑھیوں پر سے کمان تک پہونچنے کے لئے تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے سیڑھیاں ناہموار ہیں ایک ایک سیڑھی دو دو تین تین فیٹ کے فصل سے ہے اوپر چڑھنے کے بعد نیچے

کا منظر نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے یہی مشہور مقام ارغندہ ہے جہاں
میوے کے درخت بکثرت واقع اور نہریں جاری ہیں سُنا کہ اس
سے بڑھ کر شاداب اور سرسبز مقام افغانستان بھر میں نہیں ۔
حقیقت میں ارغندہ کے باغات دیکھنے کے قابل ہیں یہاں کی
سرسبزی اور شادابی دیکھ کر میسور کے باغات اور وہاں کی چامنڈی
ہل کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تقریباً ڈھائی تین گھنٹے یہاں کی سیر کرتے
رہے یہاں سے واپسی میں سیدھے سفیر برطانیہ خاں صاحب
شیر زماں صاحب سے ملاقات کی گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر تک حیدرآباد دکن
سیاسی وغیر سیاسی اور تعلیمی مباحث پر اور کچھ جاگیرداروں اور زمینداروں
سے متعلق رہا پھر حسبِ معمول لیمو کے شربت سے تواضع کی گئی میں نے
آج شربت پینے سے انکار کر دیا کیونکہ کل جو شربت پی لیا تھا اُس سے
شام تک سر میں درد رہا اور رات ہمیں سفر کرنا تھا میں نہیں چاہتا تھا
کہ آج بھی سر میں درد پیدا کر لوں مجھے لیمو کا شربت نہیں بھاتا اس پر
سفیر صاحب بہت ہنسے اور ساتھ ہی مکان میں کھلا بھیجا کہ میرے لئے
چاء لائی جائے کچھ دیر بعد چاء مع بسکٹ وغیرہ کے کشتی میں رکھ کر لائی
گئی میں نے صرف چاء اور بسکٹ استعمال کئے میرے ساتھی چاء سے
کچھ بیزار سے تھے ۔ یہ سفیر صاحب برطانیہ ہمارے یہاں کے

صمد یار جنگ بہادر کے بھانجے ہوتے ہیں آپ کا وطن اصل میں کوئٹہ ہے آپ کو حیدر آباد دیکھنے کی بڑی خواہش ہے اثنائے گفتگو میں میں نے کہا میرے ساتھ کچھ رقم ہے جو زائد از ضرورت ہے میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس رکھوا دوں فرح سے واپسی پہ لے لوں گا اس پر کچھ دیر وہ ساکت رہے پھر جواب دیا افسوس ہے کہ پہلے ہم مسافروں کی رقم رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے تھے لیکن اب سرکاری طور پر ممانعت کے احکام آ گئے ہیں اب سفیر برطانیہ کسی مسافر کی رقم سرکاری طور پر بطور امانت اپنے پاس نہیں رکھ سکتا یہ سُن کر میں نے کہا کہ سرکاری طور پر نہیں بلکہ میں آپ کے پاس نجی طریقہ پر رکھنا چاہتا ہوں اس پر بھی اُنہوں نے بہت معافی چاہی اور کہا کہ ہماری ہر ایک حرکت سرکاری شمار کی جاتی ہے میں نجی طور پر بھی نہیں رکھ سکتا پھر کچھ دیر سوچ کر کہا اگر ایسا ہی ہو تو میں شام تک یہیں کے کسی اچھے آدمی کا انتظام کر کے اطلاع دوں گا آپ اُن کے پاس رکھا دیجئے وہ آپ کو واپسی میں دے دیں گے اور آپ مطمئن رہیں۔ میں نے اس کو بھی مناسب سمجھا اور اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چونکہ آج شام یہاں سے نکلنا طے پا چکا تھا سفیر صاحب نے ہمیں تاکید کی کہ ہم جہاں کہیں زیارت کو جائیں اُن کے لئے دعا کریں۔

اور پھر ہماری بخیر و عافیت واپسی کی دعا کے ساتھ ہمیں خدا حافظ کہا۔
سفیر برطانیہ کے دفتر میں دو منشی صاحبان ہیں ایک کا نام منشی عبدالقدیر
دوسرے صاحب کا نام منشی عبدالعزیز ہے یہہ دونوں نوجوان ہیں
اور بڑے اچھے آدمی ہیں اِن سے بھی ہم کو بہت کچھ آرام اور مدد
ملتی رہی موٹر وغیرہ کے انتظام میں بھی دونوں حضرات بہت کچھ
کوشش کرتے رہے اور اِن دونوں نے بھی اپنے لئے دعا رخیر کی
تاکید کے ساتھ ہم کو رخصت کیا۔ تقریباً تین بج چکے تھے مقام رہائش
کو لوٹے سب سے پہلے کھانا کھایا پھر نمازِ ظہر کے بعد رخت سفر باندہ
کر تیار ہو گئے ہم کو یہاں چند افغانی روپیوں کی ضرورت پڑی ہم
نے چمن سے آتے ہوئے ڈیڑھ سو روپیہ افغانی بنا لئے تھے اور مزید
ضرورت کے لئے ہم نے ایک تعارفی خط انہیں سیٹھ صاحب کا قندہار
کے لئے بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ قندھار میں شکار پور دروازے کے
پاس تار اسنگہ کی سرا ہے اِس سرا میں جوگی رام کی بھی ایک دوکان ہے
چمن میں ہم لوگ انہی کی سرا (بغیچہ) میں ٹھیرے تھے انہی کی دوکان
میں سامان رکھ کر آئے تھے انہی کی دوکان سے افغانی سکے لئے تھے
اور یہاں بھی انہی کی دوکان پر حسب ضرورت افغانی سکے لئے اِن کی
وجہ سے ہم کو یہاں بہت آرام ملا۔ یہہ خود ہندوستان کے ہیں اور

ہندوستانیوں کو دیکھ کر بہت خُوش ہوتے ہیں یہاں سے ہم سیدھی
جائے قیام کو لوٹے عصر کا وقت تھا زائد رقم رکھانے کے متعلق ابھی
کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا میرا خیال ہوا کیوں نہ ہم مولوی عبدالرحمٰن صاحب
کے پاس رکھا دیں۔ انہی کے پاس تو ہم ٹھیرے تھے اپنے اس خیال
کو میں حضرت حاجی میاں صاحب قبلہ سے ظاہر کیا حضرت کی رائے
بھی یہی ہوئی اس لئے انہی کے پاس رقم رکھا دی گئی جس کی صاحب
موصوف نے ایک رسید بھی دی تاکہ واپسی میں یہ رسید بتلا کر رقم
حاصل کرلیں اور ہمارے گھر کا یعنی ہندوستان کا پتہ بھی نوٹ کرادیا
گیا خدانخواستہ اگر مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہم کو نہ دے سکیں۔ تو
ہمارے ورثاء کو تو روانہ کرسکیں۔ مغرب کی نماز کے بعد جلد ہی کھانے
سے فارغ ہوکر ٹانگہ منگالیا گیا سامان وغیرہ رکھ کر مقام قیام سے کوئی
آدھ گھنٹہ میں معشوق گیا یج پہونچ گئے موٹر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔
سامان باندھا جارہا تھا غرض ہم ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ
ایک اتفاقی حادثہ پیش آیا یعنی اُسی وقت ایک پولیس کا جوان ٹانگہ
میں سوار ہوکر آیا اور ہم سے کہا کہ آپ کو چوکس صاحب نے (یہاں پر
انسپکٹر پولیس کو چوکس صاحب کہتے ہیں) بلایا ہے یہہ سُن کر ذرا حیرانی
توضرور ہوئی پھر میں نے کہا نہ معلوم کیا ضرورت درپیش ہے حضرت

حاجی میاں صاحب سے کہا آپ میرے ساتھ چلئے اِن لوگوں کو
جو میرے دوسرے ہمراہی ہیں سامان کے پاس اسی جگہ گیا ریج میں
بیٹھنے دیجئے ہم جاکر آجائیں گے۔ چنانچہ ہم دونوں اُس جوان
کے ساتھ اُسی تانگہ میں چلے گئے اُس وقت قریب اندھیرا
ہوچکا تھا ہم کو سیدھے ایک ایسے مکان میں پہونچایا گیا جو قلعہ کے
مانند چھوٹا سا مکان تھا اور اطراف محفوظ چار دیواری تھی اندر مکان کے
دو حصے تھے ایک حصہ جو باہر کا تھا وہاں کچھ پلنگ پڑے ہوئے تھے
اور پولیس کے جوان بندوقیں لئے ٹہل رہے تھے۔ اندرونی حصہ
میں جانے کے لئے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اِس دروازے پر
ایک پولیس والا باہتیار کھڑا ڈیوٹی (فرض) ادا کر رہا تھا
ہم کو اِس اندرونی حصہ میں پہنچایا گیا یہاں پر کوئی پچاس ساٹھ سے
زیادہ ہی لوگ ہوں گے جن میں کچھ تو بیٹھے ہوئے کچھ نمازوں میں
مصروف کچھ افغانی روٹی چباتے ہوئے اور نہر سے مُنہ لگا کر پانی پیتے
ہوئے نظر آئے کچھ عجیب منظر دکھائی دیا ہم بھی ایک جگہ زمین پر بیٹھ
گئے لیکن میں اُس مقام کو دیکھ کر چونکا اور خیال کیا کہ ہو نہ ہو چھوٹا سا
قید خانہ ہے جس کو ہمارے پاس عام طور پر حوالات کہتے ہیں جہاں
سے تصفیہ ہونے کے بعد ملزمین کو قید خانہ بھیجا جاتا ہے میں یہی

کر رہا تھا کہ ایک درخت کے نیچے ایک شخص دِکھائی دیا جو صورت سے ہندوستانی معلوم ہوتا تھا گو لباس ہندوستانی نہیں تھا میں آہستہ سے اُس کے پاس گیا اور سلام کے بعد ہندوستانی زبان میں پوچھا یہ سب کون لوگ ہیں اور آپ لوگ یہاں کیوں ٹھیرے ہیں اُس نے مُسکراتے ہوئے پہلے تو مجھے اپنے بازو بٹھالیا اور پھر کہا "ہم سب قیدی ہیں چھوٹے چھوٹے الزامات کے قیدی ہیں صبح کو عدالت جائیں گے تصفیہ ہونے کے بعد نہ معلوم کہاں بھیجا جائیگا" اور ساتھ ہی کہا "آپ لوگ یہاں کیسے آگئے" میں نے اپنا واقعہ سُنایا کہ ہم مُسافر ہیں اور یہاں سے فرح جارہے ہیں ہمارے اور بھی دو ساتھی ہیں جو موٹر کے پاس ٹھیرے ہوئے ہیں ہم کو یہاں ایک جوان چوکس صاحب کے حکم سے بُلا کر لایا ہے یہہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دو جوان اندر آئے اور ہمارے جیب تلاشی لی میرے پاس صدریہ میں ایک چھوٹی سی بیاٹری تھی وہ نکال لی گئی اور ہمارے محترم قبلہ کے پاس ایک چھوٹا سا قلم تراش تھا وہ بھی حضرت کی جیب سے نکال لیا گیا لیکن جیب میں جو پیسے وغیرہ تھے اُس کو ہاتھ نہیں لگایا گیا حالانکہ میں نے خود اپنی پاکٹ کو جس کو میں روپیے اور نوٹ وغیرہ بھی تھے پیش کی لیکن اُن جوانوں نے پاکٹ لینے سے انکار کردیا جیب تلاشی کے بعد وہ جوان باہر کے

حصہ میں چلے گئے اور ہم پھر اُسی مقام پر بیٹھے رہے اب ذرا ہمارے
محترم ساتھی حضرت حاجی میاں صاحب قبلہ کچھ پریشان سے ہوئے
کچھ بے عزتی کا خیال بھی ستا رہا تھا اُنھوں نے مناسب سمجھا کہ میں یہاں
بیٹھا رہوں اور وہ جاکر سفیر برطانیہ کو اِس واقعہ کی اِطلاع کر دیں اِس
خیال سے ہمارے محترم قبلہ نے اُن جوانوں سے جو پہرہ دے رہے
تھے بہت کچھ کہا اور سمجھایا کہ " میں ابھی جاکر سفیر صاحب کو اطلاع کر
آتا ہوں" اور میری طرف اِشارہ کر کے کہا کہ "یہاں پر یہ بیٹھے رہیں گے"
لیکن اُس جوان نے اجازت نہ دی اور کہنے لگا "آپ لوگ یہاں
سے باہر نہیں جا سکتے جب تک چوکس صاحب نہ آجائیں ہم آپ
کو باہر نہیں چھوڑ سکتے "حضرت نے بہت کچھ کہا کہ کیا ہم نے چوری
کی ہے یا کسی کو مار ڈالا ہے یا کسی پر ظلم کیا ہے ہم مسافر ہیں صرف
زیارت کے لئے تمہارے علاقہ میں آئے ہیں ہمارا ایسا کیا قصور
ہے جو ہم کو یہاں بٹھا دیا گیا ہے"۔ بہرحال بہت کچھ کہتے رہے
لیکن اُنہوں نے ایک نہ مانی کچھ دیر یونہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ وہی
لوگ جنہوں نے ہماری جیب تلاشی کی تھی پھر ہمارے پاس اندر آئے
اور جو جو چیزیں ہم سے لی تھیں واپس کر دیں اور اُس وقت اُن کے
چہروں سے گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے ہمارا سامان ہم کو دیکر

فوراً باہر واپس چلے گئے تقریباً گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ حوالات میں رہنے کے بعد
چوکس صاحب کے تشریف لانے کی اطلاع ملی وہ باہر ہی اپنے اجلاس
یعنی پلنگ پر بیٹھ گئے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے پوری کیفیت اس برتاؤ
کی جو ہمارے ساتھ پولیس والوں نے کیا تھا باہر ہی سُن چکے تھے اور جب
یہ سُنا کہ ہم اس وقت یہیں اندر ہیں تو فوراً ہم کو اندر سے باہر طلب کیا
گیا ہمارے باہر آنے کے بعد کھڑے ہو کر بہت عاجزی سے معافی چاہنے
لگے کہ اِن جوانوں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا یہ بالکل نادان
وحشی لوگ ہیں انہیں سخت سزا دلاؤں گا چنانچہ ہمارے سامنے اُن دونوں
کو طمانچے بھی رسید کئے اور ہم سے پوچھا " انہوں نے آپ کی کیا کیا چیزیں
لی ہیں آپ کا کچھ مال نہیں گیا " میں نے جواب دیا اُنہوں نے ہماری چیزیں
لی تو نہیں لیکن پھر واپس کر دیں خیر اُنکچہ گذشت گذشت یہ کہیئے کہ ہم کو یہاں
کیوں بُلایا گیا ہے اِس کے جواب میں چوکس صاحب نے کہا کہ ابھی ابھی
شام کو کوتوال صاحب اور دوسرے حکام شہر کی گشت کو نکلے تھے اُسی
وقت آپ حضرات کو ٹانگہ میں سوار ہوتے ہوئے دیکھا اور ہم سے دریافت
کیا یہ کون لوگ ہیں کہاں سے آئے ہیں اس کی ہم کو کوئی اطلاع نہیں
اِن سے پوچھا جائے ؟ لہذا میں نے یہ دریافت کرنے کے بعد کہ آپ
حضرات فرح جا رہے ہیں موٹر گیا یک پر جوان کو بھیجا کہ آپ حضرات کو

بُلا لائے میں ابھی گشت کر کے واپس آرہا ہوں چنانچہ میرے آنے میں ذرا
سی دیر ہوگئی جس کی میں بہت معافی چاہتا ہوں اِن لوگوں نے آپ کے
ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ مدیر خارجہ محمد حسن خانصاحب
نے آپ کو اطلاع کر دی ہوگی کیونکہ آتے ہی ہم اُن سے ملے اور اپنے
پاسپورٹ اُنہیں دے دئے اور کہدیا کہ جو کچھ کارروائی کرنا ہے کرا دیجئے
پھر ہمیں واپس دیدینا اُنہوں نے ہماری درخواست قبول کر کے پاسپورٹس رکھ
لئے پھر نہ معلوم کیا بات ہے کہ اُنہوں نے آپ لوگوں کو اطلاع نہیں دی اور
یہ سب مصیبتیں ہم کو جھیلنی پڑیں۔ بہرحال ہمارے پاسپورٹس وغیرہ دیکھ لئے
گئے جو کچھ لکھنا لکھانا تھا لکھ لیا گیا پھر ہم کو وہاں سے واپس جانے کی اجازت
ملی چوکس صاحب نے خود ہی ہمارے لئے ایک ٹانگہ منگوایا اور بہت
کچھ عجز و انکسار ظاہر کرتے ہوئے ہم کو رخصت کیا یہاں سے سیدھے
ہم نے گیاریج کا رُخ کیا نو بج چکے تھے وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ مقررہ
موٹر میں سامان بہت بھر گیا تھا مطلق جگہ نہ ہونے سے موٹر چلی گئی اب پھر
دوسری موٹر کا انتظار اور انتظام کرنا پڑا لہذا بہت ہی کوفت اُٹھا کر جیسے
گئے تھے ویسے ہی شاہ بازار کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے گھر واپس
ہوئے رات میں نیند بھی برابر نہیں آئی سفر کی منزل کھوٹی ہونے سے بڑی
کوفت تھی صبح ہوتے ہی ہمارے محترم ساتھی نے فرمایا" ناشتہ ہوتے ہی بغیر

صاحب کے پاس چلنا چاہیئے۔ تاکہ اُن کو اِس واقعہ کی اطلاع کر دی جائے
میں تو پہلے ہی سے مستعد تھا راضی ہو گیا اور ناشتہ کے بعد ہم تینوں مل
کر سفیر صاحب کے گھر پہونچے سب سے پہلے اُن کے دفتر میں اُن کے
دونوں منشی صاحبان سے ملاقات ہوئی وہ ہم کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے
اور پوچھا کہ کیا "آپ لوگ کل تشریف نہیں لے گئے؟" جب ہم نے
کل کے واقعات بیان کئے تو اُن دونوں کو بے حد افسوس ہوا پھر ساتھ
ہی اندر جا کر سفیر صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع دی سفیر صاحب نے
فوراً ہمیں اندر بلا لیا اُنہیں بھی ہمیں یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی اور جب
تمام واقعہ سنا دس منٹ تک سناٹے میں آ گئے کسی قسم کی گفتگو نہیں
ہوئی اس کے بعد بہت دیر تک افسوس کرتے رہے اور پھر فوراً ٹیلیفون
کے ذریعہ مدیر خارجہ محمد حسن خاں صاحب سے یہ کل واقعہ بیان کیا اور
بہت کچھ رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے مسافرین اور
خصوصاً سادات کے ساتھ یہ سلوک اس کے بعد پھر مجھ سے کہا کہ آپ
ایک درخواست میرے نام اس واقعہ کی نسبت دیجئے میں اس پر
مناسب کارروائی کروں گا جب تک آپ اس واقعہ کی تحریری اطلاع
نہ دیں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کچھ دیر سوچ کر میں نے جواب دیا ابھی تو
ہمیں ان لوگوں سے بہت کام ہے ابھی ہم نے سفر ہی شروع نہیں کیا

جس غرض سے نکلے ہیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئی خواہ مخواہ اُن کے خلاف کارروائی کر کے اُن کو اور بھی اپنا دشمن بنالینا ہے پس اِس کو مناسب نہیں سمجھتا اگر ہو سکے تو واپسی میں اِس قسم کی کارروائی کر سکتے ہیں پہلے ہمیں جا کر آنے تو دیجئے اِس بات کو سفیر صاحب نے بھی پسند کیا پھر کہا اچھی بات ہے ضرور اس کے متعلق کارروائی کرنی چاہیئے آپ کے ساتھ جو نہ ہونا تھا ہوا آیندہ کسی اور مسافر کے ساتھ پھر ایسا سلوک نہ ہو میں آیندہ کے لئے کوئی مناسب کارروائی کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد چاے اور شربت سے تواضع ہوئی کچھ دیر بعد میں نے سفیر صاحب سے کہا آپ مہربانی فرما کر یہہ انتظام کرا دیجئے کہ آیندہ راستہ وغیرہ میں اور مقام فرح میں ہم کو کوئی تکلیف نہ ہو اس کے جواب میں سفیر صاحب نے فرمایا آپ بالکل مطمئن رہیں میں ابھی سب کچھ انتظامات کرا دیتا ہوں بلکہ آپ لوگوں کی کیفیت روزآنہ ذریعہ ٹیلیفون منگوالیا کروں گا میں ابھی آپ کے ساتھ منشی عبدالعزیز صاحب کو روانہ کرتا ہوں آپ جا کر مدیر خارجہ صاحب سے ملئے اور یہ سب واقعہ اُن کو بھی سنا دیجئے اور پھر میرے منشی صاحب بھی سب کچھ کہدیں گے۔ چنانچہ وہاں سے فارغ ہو کر ہم منشی عبدالعزیز صاحب کے ہمراہ مدیر خارجہ محمد حسن خاں صاحب کے پاس آئے علیک سلیک کے بعد اُن سے بھی تفصیلی واقعات بیان کئے گئے صاحب موصوف نے بھی

بہت کچھ افسوس کا اظہار کیا پھر ذریعہ ٹیلیفون محکمۂ پولیس سے اس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے وہاں آنے کی اور وہاں سے باہر جانے کی اُن کو اطلاع نہ تھی صرف دریافت اور تحقیق کے لئے ہم کو بلایا گیا تھا لیکن جوانوں نے وہاں پہ جو سلوک کیا اس کا ہم کو بھی افسوس ہے اُس کے بعد مدیر خارجہ نے ہم سے بہت کچھ معافی چاہی اور کہا کہ قصور میرا ہے میں آپ لوگوں کے آنے کی اطلاع محکمۂ پولیس کو نہ کر سکا خیال نہ رہا اور آپ کو یہ تکلیف اُٹھانی پڑی آپ براہِ خدا معاف کر دیجئے کچھ دیر کے بعد کوتوال جناب صاحب پولیس کے مددگار تشریف لائے اور آتے ہی کہا "مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ حکومت کی جانب سے آپ لوگوں سے معافی چاہوں ہم کو اس بات کا بہت رنج اور افسوس ہے آپ حضرات کچھ خیال نہ کریں"۔

پھر بیٹھے اور کہنے لگے آپ سادات ہیں سادات پر تو بڑی بڑی مصیبتیں پڑتی ہیں آپ لوگوں کا کام ہے ہر تکلیف پر صبر کریں اسی قسم کی گفتگو کچھ دیر تک ہوتی رہی اس کے بعد مدیر خارجہ فرح کے نام ایک تعارفی خط دیا تاکہ وہاں ہر طرح کی سُہولتیں حاصل ہوں پھر میں نے کہا کل تو ہم نہ جا سکے کم از کم آج تو ہمارے جانے کا انتظام کرا دیجئے اُس وقت ٹیلیفون سے رئیس حمل ونقل سے دریافت کیا گیا جواب آیا کہ شام میں چار بجے تک موٹر کی روانگی کا بندوبست ہو جائے تو اطلاع دوں گا۔

ورنہ آج موٹر کے جانے میں احتمال ہے اب ہم سوائے اس کے کر ہی کیا سکتے تھے خاموش ہو رہے کچھ دیر بعد وہاں سے اُٹھ کر اپنی جا رقیام پر چلے آئے طبیعتیں کچھ سست ہو گئی تھیں گھر آنے پر میرے محترم ساتھی نے فرمایا کل ارغندہ کی سیر کے بعد ہمارا خیال حضرت بابا ولی صاحبؒ کی زیارت کا تھا اور زیارت نہ کر کے راستہ ہی سے واپس آ گئے یہ اچھا نہ کیا میں نے کہا بسم اللہ ابھی چلئے بہت اچھی بات ہے زیارت کرلیں دل میں شک نہ لایئے۔

چنانچہ ایک ٹانگہ پانچ روپیہ افغانی پر لیکر نکل کھڑے ہوئے آپ کا مزار قندھار سے جانب شمال وغرب پانچ میل پر ہے آپ کا سن وفات آٹھ سو سال سے اونچا ہے مزار کے پاس ایک بڑی خانقاہ ہے جو خوبصورت بھی ہے یہہ مقام بہت سرسبز و شاداب ہے کثرت سے نہریں بہتی ہیں جدھر دیکھو باغ ہی باغ نظر آتے ہیں درختوں کی کثرت کا یہ حال ہے کہ اگر تل اوپر سے پھینکی جائے تو درختوں میں سے زمین پر نہ آسکے گی درخت قسم قسم کے میووں کے ہیں۔ مثلاً سیب، انگور، زرد آلو، شہتوت، انار وغیرہ۔ زیارت کے بعد گھر لوٹے اسی راستہ میں قندھار کا برقی پاور ہوز ہے یہیں سے برق تیار ہو کر شہر میں آتی ہے چھوٹا سا کارخانہ ہے جو

شہر کے لئے کافی ہے۔ شام کے چار بجے مدیر خارجہ صاحب
سے ملنا تھا تاکہ جانے کے متعلق تصفیہ ہو جائے وقت پر گئے معلوم
ہوا ابھی کوئی جواب نہیں آیا ممکن ہے آج موٹر نہ جا سکے گی۔
بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اگر سامان مل جائے تو ایک ایک
دن میں دو دو چار چار موٹریں نکلا کرتی ہیں ورنہ ایک بھی نہیں
سامان کی فراہمی پر موقوف ہے اب تو ہماری پریشانی میں اضافہ
ہو گیا آخر یہاں کب تک ٹھیرے رہیں کچھ کر دھر نہیں سکتے تھے
موٹروں کا جانا ہمارے ہاتھ میں تو تھا نہیں خیال ہوا خود ہی
چل کر رئیس حمل ونقل سے ملیں اور دریافت کریں چنانچہ وہاں
سے اُٹھ کر سیدھے معشوق گیا رہ بج گئے رئیس حمل ونقل نہیں
رہتے ہیں اُن سے ملاقات ہوئی موٹر کے متعلق دریافت
کیا انہوں نے کہا انشاء اللہ ایک موٹر رات میں نو بجے یہاں
سے نکلے گی اگر وہ موٹر آج نکلی تو آدمی کو روانہ کر کے آپ کو
بلالیں گے آپ تیار رہیئے میں نے سُن کر کہا اُس کی کیا ضرورت
ہے ہم خود آٹھ بجے تک یہاں آجائیں گے رئیس حمل ونقل
نے کہا آپ نہ آیئے میں آدمی کو روانہ کروں گا تب چلے آیئے
اِس بات پر مجھے شک گذرا کہ ہم کیوں نہ آئیں آدمی کیوں ہمارے پاس آئے۔

ابھی ابھی مدیر صاحب نے کہا کہ انتظام نہیں ہوا ہے کوئی اطلاع
نہیں آئی اور اب یہ کہتے ہیں کہ موٹر جائے گی تو ہم بلالیں گے
اِن باتوں سے میرے دل میں شکوک پیدا ہوئے اور میں کشمکش
میں پڑگیا اب کر کیا سکتے تھے گھر کو واپس جانا پڑا کچھ دیر گھر پہ بیٹھے
ہی ہوں گے کہ مدیر خارجہ کے پاس سے چپراسی آیا اور ساتھ ہی
وہ خط لایا جو گورنر صاحب قندھار نے ہم کو دیا تھا اور یہ کہا
کہ آج موٹر جائے گی آپ لوگ آٹھ بجے تشریف لائیں اب تو
ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی جلد جلد کھانے سے فارغ ہو کر
مغرب کی نماز کے ساتھ ہی گھر سے نکل پڑے اور معشوق گیاریج
پر ٹھیک آٹھ بجے پہونچ گئے۔

روانگی از قندہار جانب فرح موٹر کا کرایہ طے ہو چکا تھا ہمارے
پہونچنے کے ساتھ ہی ہمارا سامان
موٹر پر چڑھا دیا گیا اور پہلے ہی سے اندرونی حصہ میں دو آدمیوں
کے لئے خاص طور پر جگہ بنائی گئی تھی تاکہ کچھ آرام ملے اور
ان موٹر والوں کو حکومت کی جانب سے راستہ کے آرام و
آسائش کے متعلق بہت کچھ ہدایت بھی ہوئی تھی تقریباً
رات کے ساڑھے نو بجے موٹر روانہ ہوئی مولوی عبدالرحمٰن

صاحب بھی ساتھ تھے گاڑی روانہ ہونے پر ہم کو خدا حافظ
کہا اور وہ اپنے گھر واپس لوٹے ۔ یہاں سے موٹر سب سے
پہلے حاجی طبیب علی صاحب کی سرار کو جاتی ہے یہ سرار
شہر قندھار کے غربی جانب شہر کی فصیل سے باہر ہے۔
اِس سرار میں پولیس کی جانب سے مال اور مسافروں کی دیکھ بھال
ہوتی ہے چنانچہ ہمارے پاسپورٹ دیکھے گئے بعد تحقیق ہم کو باہر
جانے کی اجازت کا ٹکٹ دیاگیا یہاں یہ قاعدہ ہے کہ مسافروں
سے فی مسافر ایک روپیہ افغانی محصول لیا جاتا ہے تب کہیں
باہر جانے کا ٹکٹ ملتا ہے لیکن ہم سے محصول وغیرہ نہیں
لیا گیا پاسپورٹ اور خطوط دیکھ کر ہی ٹکٹ دیدیا گیا کوئی آدھ
گھنٹہ میں موٹر کو اجازت مل گئی یہاں سے نکل کر دو میل طے
کئے ہوں گے کہ ارغندہ کی بستی میں پولیس کا ناکہ ملا وہاں بھی
مسافروں کی اور ٹکٹوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے دیکھا یہ کرتے
ہیں کہ آیا ٹکٹوں کے برابر مسافر ہیں یا زائد ہیں پھر ہر ٹکٹ
پر انسپکٹر صاحب اپنے دستخط ثبت کرتے ہیں وہاں بھی
تقریباً پندرہ منٹ ٹھیرنا پڑا اب یہاں سے جو نکلے تو رات
میں ڈھائی بجے کشکِ نخود پہونچے یہاں پر ہمارے ڈرائیور

نے رات کا کھانا کھایا۔ اور ہم نے وہاں چار پی اِس وقت سَردی ہو رہی تھی چار، کا بڑا لطف آیا پھر یہاں سے جو نکلے تو چارؔ بجے بج چال پہونچے یہاں ڈرائیور نے گاڑی ٹھیرا دی اَور کہا کہ دریائے بلند یہاں سے آٹھ میل ہے اب یہاں ذرا آرام کر لیجئے صبح نماز کے بعد یہاں سے نکلیں گے ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا اِسی کو غنیمت جان کر اُتر گئے رات بھر ہشیار رہے سَردی زیادہ تھی ساتھ کے مسافر اِدھر اُدھر میدان میں لیٹ رہے اَور ہمارے ڈرائیور صاحب بھی نہر کے کنارے لیٹ گئے میرے ساتھی حضرات موٹر ہی میں لیٹ رہے سَردی کے خوف سے نہیں اُترے لیکن مجھے موٹر میں اتنی جگہ نہیں ملی کہ میں بھی اُس میں لیٹ سکوں اِس لئے کھُلے مَیدان میں رات بَسر کرنی پڑی صبح کو نماز کے وقت مجھے اُٹھایا گیا تو نہ اُٹھ سکا سَردی سے جسم ٹھٹر گیا تھا دانت سے دانت بج رہے تھے میرا گرم لباس بستر میں بند تھا اُس کے نہ ہونے سے بھی بڑی تکلیف ہوئی نہر کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی اِتفاق سے اُن لوگوں نے آگ سلگا رکھی تھی میں آگ تک اُٹھ کر نہ جا سکا لیکن سہارے سے وہاں پہونچایا گیا۔

کچھ دیر آگ تاپنے کے بعد میرے جسم میں حرارت پیدا ہوئی تب کہیں چل کر انسان بنا نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے موٹر نکلی تقریباً پون گھنٹہ میں دریائے ہلمند پر پہونچ گئے صبح کے سات بجے تھے آفتاب طلوع ہو رہا تھا اُس وقت دریا کا نظارہ کچھ ایسا دل فریب تھا کہ اُس کی یاد اب بھی تڑپا دیتی ہے یہہ دریا علاقہ افغانستان میں سب سے بڑا اور ہندوستان کے دریا جمنا و گنگا کے مقابلے کا دریا ہے باوجود موسم گرم ہونے اب بھی دریا کے پانی کا پھیلاؤ ڈھائی سو گز تھا دریا کی چوڑائی ایک میل سے زیادہ ہے اس دریا پر پُل تعمیر کیا جارہا ہے معلوم ہوا کہ سات سال سے پُل کی تعمیر ہو رہی ہے اب تک سرسٹھ خانے تیار ہو چکے ہیں۔ ابھی اُنتالیس خانے باقی ہیں ممکن ہے دو ڈھائی سال کے اندر تیار ہو جائیں گے۔ بالفعل موٹروں کو کشتیوں کے پُل پر سے پار کرایا جاتا ہے یعنی چھ بڑی بڑی کشتیاں ایک دوسرے سے متصل اور مضبوط باندھی جاتی ہیں اِن کشتیوں پر بڑے بڑے لکڑی کے کندے آڑے اور کھڑے جما دیے جاتے ہیں اور پھر اُن پر ٹٹی بچھا کر گھانس پھونس کوڑا کرکٹ ڈال کر راستہ بنایا جاتا ہے موٹر دریا کے کنارے آنے پر اس کا پورا سامان اور سواریاں اُتار دی جاتی

ہیں حکومت کی جانب سے پچاس آدمی متعین ہیں جن کا کام اُن موٹروں کو پار کرانا ہے موٹر خالی ہونے کے بعد اس کے سامنے بمپر کو ایک موٹے رسّے سے باندھ دیا جاتا ہے اور موٹر کو چالو کر کے اُن کشتیوں کے پل پر سے لے جاتے ہیں اور وہ پچاس آدمی سامنے سے رسّے کو پکڑ کر کھینچتے ہیں اس طرح موٹر خود اپنی پوری قوت اور اُن آدمیوں کی قوت سے بہ وقت کوئی آدھ گھنٹہ میں ڈھائی سو گز کا راستہ طے کرتی ہے موٹر پار ہونے کے بعد عارضی کشتیوں کا راستہ خراب ہو جاتا ہے اُس کو دوبارہ درست کر لیتے ہیں تاکہ دوسرے آنے جانے والی موٹریں پار ہو سکیں یہ دریائی راستہ طے کرنے کے فی موٹر پچاس روپے افغانی مقرر ہیں موٹر کے دریا پار ہونے کے بعد کل سامان وہی لوگ سروں پر اُٹھا لاتے ہیں جو یہاں مقرر ہیں۔ اور اس طرح موٹر میں یہ سامان دوبارہ لادا جاتا ہے اس حمل ونقل میں تین گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں کافی مہلت ہونے کی وجہ سے ہم نے بھی دریا کی خوب سیر کی اس دریا کے پتھر گول سڈول اور بہت صاف ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ چاقو چھریاں تیز کرنے کا پتھر بھی اس دریا میں وافر پایا جاتا ہے چنانچہ اس فرصت کے وقت میرے ساتھیوں نے بہت سے پتھر جمع کئے۔ کوئی دس بجے ہوں گے موٹر دریا کے

کنارے سے روانہ ہوئی۔

ورود بہ گرشک گرشک دریا سے ایک میل پر ہے بہت ہی سرسبز و شاداب مقام ہے گرشک کے مغربی جانب گاؤں کے باہر موٹروں کے ٹھیرنے کا مقام ہے اس رباط میں ایک قہوہ خانہ ہے دس بج چکے تھے بھوک بہت لگ رہی تھی اُترتے ہی مالک ہوٹل سے دریافت کیا کہ کیا کچھ کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی معلوم ہوا صرف چار مل سکتی ہے کھانا فرمائش پر تیار ہو سکتا ہے یہ سنتے ہی ہم پر سناٹا چھا گیا بعض ساتھی مسافروں نے ہماری اُس وقت بڑی مدد کی یعنی اپنی روٹیوں میں سے ایک ایک روٹی ہر ایک کو دے دی اور کہا کہ چاء کے ساتھ کھالو پھر کھانا بھی تیار ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ دَم میں دَم آیا کھانا تیار ہونے میں کچھ دیر تھی اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حضرت سید محمد صاحب تاجدار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فارغ ہولیں چنانچہ ہم زیارت کے لئے روانہ ہوئے ساتھ کلینر کو رکھ لیا کلینر کا نام نور محمد تھا تھوڑی بہت اردو بول سکتا تھا۔ حضرت کا مزار گرشک سے جانب مشرق دریاء ہلمند کے بالکل کنارے پر واقع ہے مزار مبارک پر چھوٹا سا گنبد ہے اطراف واکناف باغات ہیں زیارت سے مشرف ہونے کے بعد کچھ

دیر ستانے کے لئے بیٹھ گئے اور وہاں کے بوڑھے مجاور سے باتیں ہونے لگیں اثنائے گفتگو میں مجاور نے کہا کہ حضرت کا روضہ مبارک ایک سید نے جو ہندوستان سے آئے تھے بنوایا ہے پھر تو حضرت حاجی میاں صاحب قبلہ سے تفصیلی کیفیت معلوم ہوئی کہ حضرت سید یحیٰی عرف خواجہ زادے میاں صاحب اہل پگوڑی نے حضرت سید محمد صاحب تاجدار رضؓ کے مزار مبارک کو سیدنا وامامنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرقد مبارک سمجھ کر بنوایا تھا لیکن جب ہندوستان کو لوٹے اور معلوم ہوا کہ وہ مرقد حضرت امامنا کا نہیں بلکہ سید محمد تاجدار کا ہے اور حضرت کا مرقد مبارک فرح میں سید محمد آقا کے نام سے موسوم ہے تو پھر دوبارہ روضۂ مبارک کی تعمیر کے خیال سے فرح تشریف لائے اور یہاں آکر دیکھا تو روضۂ مبارک تعمیر شدہ موجود تھا زیارت کے بعد واپس ہو گئے ۔ یہہ تھا جذبۂ دینی اور شوق اُن بزرگوں کا ۔

غرض کہ ہم سید محمد تاجدار کی زیارت کے بعد رباط واپس آئے کھانا تیار تھا بھوک بھی خوب لگی تھی سیر ہو کر کھایا اور سو گئے ظہر کے وقت اُٹھے نماز سے فارغ ہو کر وہاں کا چھوٹا سا بازار دیکھا گرشک میں حکومت کی جانب سے مسافر خانہ اور یونانی دواخانہ تیار ہوا ہے

ابھی لوگ اس مسافر خانہ میں اترتے نہیں ہیں معلوم ہوا کہ کرایہ بہت زیادہ ہے البتہ بعض انگریز سیاح جو اس راستہ سے گذرتے ہیں اُترا کرتے ہیں یہ مسافر خانہ بستی کے ابتدائی حصہ میں دریا کے مقابل واقع ہے مسافر خانہ کے قریب سے ایک بڑی نہر بہتی ہے جس کی مدد سے ہماری رُباط سے متصل ایک پن چکی جو بالکل سیدھے سادے اُصول پر بنی ہوئی ہے چلا کرتی ہے یہ پن چکی حقیقت میں قابلِ دید ہے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی کی وہ نظم یاد آگئی جس کا شعر یہ ہے :۔

نہر پر چل رہی ہے پن چکی ÷ دُھن کی پوری ہے کام کی پکّی

گرشک سے دِلارام جانے کے لئے راستہ خراب ہونے کی وجہ سے خیال ہوا کہ عصر کے وقت ہی یہاں سے نکل جانا چاہیئے چنانچہ عصر کی نماز پڑھ کر موٹر میں سوار ہوئے۔

روانگی از گرشک گرشک سے دلارام کا فاصلہ چھیتر میل ہے اس تمام راستہ میں گرشک سے چالیس میل بعد صرف ایک مقام پر پانی ہے ایک چھوٹی سی نہر پہاڑوں میں سے گذری ہے یہاں رات کے دس بجے پہونچے یہیں رات کا کھانا کھایا اور عشار کی نماز پڑھی اب یہاں سے راستہ بہت خراب ہے اکثر

پہاڑوں کے دروں میں اور چوٹیوں پر سے گذرا ہے بعض مقامات
پر مسافروں کو اُتار دیا جاتا ہے یہ راستے بہت خطرناک ہیں رات ہونے
کی وجہ سے یہ خوفناک راستہ صاف طور پر دکھائی نہیں دیتا تھا اِس لئے
ہم کو زیادہ خوف محسوس نہیں ہوا اگر دن کا وقت ہوتا تو راستہ کا
بھیانک پن اور پہاڑوں کی ہیبت ناک بلندیاں ہماری وحشت کا
باعث ہوتیں ایک مقام پر موٹر کے راستہ سے متصل چند قبریں
دکھائی دیں مجھے حیرت ہوئی کہ اِس سنسان میدان میں جہاں پورے
پچھتر میل کے رقبہ میں کہیں بھی آبادی کا نام ونشان نہیں یہ قبریں
کیسی چنانچہ میں نے موٹر ڈرائیور سے دریافت کیا تو اُنھوں نے
جواب دیا کہ آج سے دو ڈھائی سال پہلے ایک موٹر اِس راستہ میں
خراب ہوگئی تھی اُن کے ساتھ کچھ سامان وغیرہ زیادہ نہ تھا وہ لوگ کسی
دُوسری موٹر کے اِنتظار میں دو روز ٹھیرے رہے موٹر میں جو پانی ساتھ
تھا اُسی پر گذارہ کیا جب پانی ختم ہوچکا تو یہ لوگ پانی کی تلاش میں نکلے
اور اِنہی پہاڑوں میں پانی کی تلاش میں پھر پھر کر اٹھارہ آدمی شہید ہوگئے
یہ بھی ایک اتفاقی بات تھی کہ اُن دنوں نہ گرشک سے کوئی موٹر دلارام
کی سمت گئی نہ دلارام سے کوئی موٹر گرشک کی طرف گذری آٹھ دس
روز کے بعد جب ایک موٹر اِدھر سے گذری تو یہ لاشیں اُن کو نظر آئیں

اور اطلاع ہونے پر ایک بڑی موٹر کے ذریعہ پانی لایا گیا اور اس جگہ پر اُن لاشوں کو جمع کر کے دفن کر دیا گیا اب غور کیجیے کہ گرشک سے دِلارام تک راستہ کی کیا حالت ہو گی یہ واقعہ سُن کر ہمارے رُونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وُرود بہ دِلارام خدا کو منظور تھا کہ ہم بخیر و خوبی دِلارام کو رات کے ایک بجے پہونچے ابھی رات زیادہ تھی ہمارے ڈرائیور کا خیال ہوا یہاں سے پٹرول وغیرہ لے کر ابھی نکل جائیں گے۔ خدا چاہا تو صبح کے دس گیارہ بجے تک فرح پہونچ جائیں گے۔ چنانچہ پٹرول وغیرہ لے لیا گیا اور دِلارام سے موٹر کوئی ڈیڑھ بجے رات میں نکلی دِلارام سے دس میل ہی گئے ہوں گے کہ اتفاق سے پچھلے ٹائروں میں سے ایک ٹائر میں سوراخ ہو گیا موٹر رک گئی ڈرائیور نے کہا کوئی زائد ٹائر یا ٹیوب بھی ساتھ نہیں۔ خیال تھا کہ گاڑی میں ہو گا لیکن قندہار میں رہ گیا یہ سُن کر ہمارے ہوش اُڑ گئے۔

غور کیجیے گا موٹر سر سے پاؤں تک لدی ہوئی راستہ کی یہ حالت اور اِن ڈرائیوروں اور مالکانِ موٹر کی یہ کیفیت کچھ دیر ہم سکتے کے عالم میں رہے ڈرائیور نے کہا "آپ لوگ اگر ساتھ نہ ہوتے تو میں گاڑی کو ایک قدم بھی یہاں سے نہ ہٹاتا لیکن آپ لوگوں کے

لئے ہم کو بہت کچھ تاکید ہوئی ہے لہذا ہیں دلارام کو جو یہاں سے
دس میل ہے واپس چلتا ہوں وہاں چل کر ٹھریں گے صبح کو ذریعہ ٹیلیفون
فرح یا گرشک سے مدد طلب کریں گے چنانچہ موٹر وہاں سے دلارام
لائی گئی تین بج چکے تھے دلارام کی رباط کو واپس آئے یہ رباط بڑی
ہے ہم بھی ایک حجرے کے سامنے اپنے اپنے بستر کھول کر لیٹ رہے
لیکن نیند کہاں دل میں تو موٹر کے خیال سے ہیبت اور پریشانی تھی
کروٹیں بدلتے ہی بدلتے صبح ہو گی اُٹھ کر حوائج ضروری سے فارغ
ہوئے اور نماز پڑھی اب ناشتہ وغیرہ کی فکر ہوئی معلوم ہوا یہاں
کوئی بستی قریب نہیں ہے صرف رباط ہے بستی تقریباً سات میل پر
ہوگی رباط میں ایک قہوہ خانہ ہے جس میں صرف چار مل سکتی ہے
کھانا وغیرہ کچھ نہیں ملتا یہ اب دوسری فکر پیدا ہوئی کہ تمام دن یہاں
سے ہل نہیں سکتے اسی فکر میں تھے کہ وہی ساتھی مسافروں نے
اپنا اپنا توشہ کھولا اور روٹیاں پیش کیں چار تو مل سکتی تھی اس کو غنیمت
سمجھا اور ناشتہ کیا ہمارے ڈرائیور نے صبح نو بجے فرح کو ٹیلیفون کیا
اور حالت بیان کی اور ٹیوب بھی طلب کیا تائید ایزدی کہنا چاہیئے
کہ وہاں سے یہ جواب آیا آج ہی ایک موٹر یہاں آئی ہے جو رات
کو قندھار روانہ ہوگی اس کے ذریعہ ٹیوب روانہ کر دیا جائے گا یہ

سُن کر ہم کو بڑی خوشی ہوئی ۔

ہمارے ڈرائیور نے نہ معلوم کہاں سے تھوڑے سے چاول پیدا کئے اور ایک مُرغ لایا ہوٹل والے سے کہا کہ پکاوو اُس نے کہا چاول توپک جائیں گے لیکن سالن کے لئے سوائے نمک کے کوئی مصالحہ یا گھی وغیرہ نہیں ہے پانی ہی میں مُرغ کو اُبال لینا اِسی کو ہم نے غنیمت سمجھا بس اس طرح تمام دن کام چلایا ۔ دلارام کی رُباط بڑی اچھی جگہ واقع ہے اِس رُباط کے نیچے رُودِ خاش بہتی ہے اِس ندی پر بھی پُل تیار ہو رہا ہے پُل کا کام قریب الختم ہے اس پُل کے کنارے بھی سرکاری مسافر خانہ تیار کیا گیا ہے بہت پرافضا مقام ہے ، واقعی حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یہ شعر ہے ۔

ہر کہ دِلارام دِید از دِلش آرام رفت
باز نیاید پدید ہر کہ دریں دام رفت

حقیقت پر مبنی ہے ۔ دِلارام کی رُباط سے دو فرلانگ پر ایک چار دیواری میں دو قبریں ہیں جن میں ایک مردانی دوسری زنانی یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں میاں بی بی عاشق و معشوق اور صاحب دل تھے اُن کا سِن وفات ایک ہزار سال سے اونچا تبلایا جاتا ہے شوہر کا نام گل شاہ خاں شہید اور بیوی کا نام بی بو شہید تھا اور

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ان قبور پر مقبرہ بنایا جائے تو ٹھیر نہیں
سکتا گر پڑتا ہے جب کبھی کوئی گنبد بنایا گیا گر پڑا اطراف صرف دیوار
کھڑی کر دی گئی ہے۔ لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ جو مسافر بھی ادھر
سے گذرے اُس کو اِن کی زیارت ضرور کرنی چاہیئے ورنہ وہ شخص
ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اِس خیال سے عصر کی
نماز کے بعد ہم نے بھی وہاں جاکر زیارت کی زیارت کے بعد جب
واپس ہوئے تو مغرب ہو چکی تھی نماز کے بعد میں رُباط کے باہر نکلا
تاکہ ندی کی سیر کروں دیکھا کہ ندی میں جا بجا آگ کے چولھے لگے
ہوئے ہیں خیال ہوا کہ چل کر اِن غریبوں کی طرز معیشت بھی دیکھ لوں
چنانچہ رُباط سے نکل کر ندی میں اُترا کیونکہ رباط سے کوئی ایک فرلانگ
نشیب میں پہاڑ کے دامن میں یہ ندی رُودِ خاش واقع ہے۔ دیکھا
کہ ہر ایک مزدور ندی کے کنارے اپنا اپنا چولھا لگائے ہوئے ہے۔
اِن لوگوں کے پکانے کی بھی عجیب ترکیب ہے ہر شخص ایک چھوٹا
سا گڑھا بنا لیتا ہے اور اُونٹوں کی مینگنیوں یا ندی کے کنارے جو
جھاڑ جھنگاڑ ہوتے ہیں اُنہیں کے سُوکھے ٹکڑوں سے آگ سلگائی
جاتی ہے ایک سیر یا دو سیر وزنی گول پتھر لے کر اس گڑھے کی سُلگی
ہوئی آگ میں رکھ دیا جاتا ہے اور گیہوں کے آٹے کو بھگو لینے

کے بعد ہتھیلیوں میں تھپ تھپا کر روٹی بنالی جاتی ہے پھر اُس گڑھے والے گرم پتھر کو اُس بنائی ہوئی روٹی میں رکھ کر روٹی کو پتھر کے اطراف لپیٹ دیا جاتا ہے اس طرح کہ پتھر کچھ بھی دکھائی نہ دے پھر پتھر کو اس آگ میں رکھ دیا جاتا ہے تھوڑی دیر میں جب روٹی پک جاتی ہے۔ تو گڑھے میں سے اُس پتھر کو نکال لیا جاتا ہے اور روٹی کو اُس سے الگ کر لیا جاتا ہے یہہ غریب مزدور اُسی روٹی کو چبا چبا کر پانی پی لیتے ہیں کبھی انہیں سالن کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوتی یہ ہے اُن غریبوں کی زندگی جب میں نے اِن کی حالات میں غور کیا تو مجھے اپنے نفس پر بہت ملامت کرنا پڑا اِس لئے کہ صرف آج ہی ایک روز اتفاقاً ہم کو دلارام میں ٹھیرنا پڑا اور ہمارے حسب خواہش کھانا نہیں ملا تو ہم کو غیر معمولی پریشانی اور تکلیف محسوس ہوئی خیال کیجئے آفریں ہے ان لوگوں پر کہ روکھی پھیکی روٹی چبا کر اپنے دن کاٹ لیتے ہیں مجھے اپنی زندگی کا مقابلہ انکی زندگی کیساتھ کر کے نہایت شرمندگی ہوئی دلارام کی رُباط میں کوئی چیز نہیں ملتی، حتیٰ کہ چراغ کی روشنی تک نظر نہیں آتی سبب یہ ہے کہ یہ رُباط بالکل جنگل میں واقع ہے کوئی آبادی قریب میں نہیں ہے البتہ رباط سے قریب کوہِ دُزد ہے صرف نام ہی سے اِس کا حال ظاہر ہے ممکن ہے کہ پہلے یہہ خوفناک مقام ہو

لیکن اب تو ایسا نہیں رہا پھر بھی قافلے کوہِ دُزد پار کرنے تک خائف رہتے ہیں رات کو ہم اچھی طرح سو گئے امید تو تھی کہ رات ہی کو فرح سے موٹر آجائے گی اور اِس موٹر میں ہماری موٹر کا ٹیوب بھی آجائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا رات کے دو بجے موٹر آئی اور اِس موٹر میں ہماری موٹر کا ٹیوب آیا ہمارے ڈرائیور اور کلینر تو انتظار میں تھے ہی ٹیوب آتے ہی کام شروع کر دیا میں نے بھی اُن کی کچھ مدد کی تقریباً پون گھنٹہ میں موٹر تیار ہو گئی اور دِلارام سے ہم نے جانب فرح کوچ کیا دلارام سے فرح اسّی میل پر ہے۔

رَوانگی بجانب فرح دِلارام سے تیس میل پر راستہ میں ایک نہر ہے وہاں صبح کی نماز پڑھی نہر کے کنارے ایک چھوٹا سا قریہ بھی تھا جس کا نام سیاہ بابا ہے اب یہاں سے پہاڑوں کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے راستہ حد درجہ خوفناک اور دشوار گذار ہے اکثر دفعہ موٹر سے اُتر جانا پڑتا ہے دو دو تین تین میل اِن پہاڑوں کی چڑھائی پر پیدل چلنا پڑا خدا کا بہت بڑا فضل کہنا چاہیئے جو موٹر یہاں سے پار بھی ہوا کرتی ہے یہ خطرناک راستہ ضرمالک تک رہتا ہے ضرمالک کے بعد سے راستہ صاف اور کھُلے مَیدان میں سے گذرا۔

ورُود بہ فرح مُبارک دِن کے ٹھیک گیارہ بجے فرح کی لگ بگ

میں پہونچے موٹر سے اُترنے کے بعد گمرگ کے ایک کونے میں
قیام کیا سب سے پہلے کمرے کے سامنے بہنے والی نہر میں ہاتھ
مُنہ دھوکر ناشتہ سے فارغ ہوئے یہاں ہوٹل بھی ہیں ہم اپنے
موٹر ڈرائیور کو ساتھ لیکر مدیر خارجہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے
سیدھے اُن کے دفتر میں پہونچے صاحب موصوف دفتر ہی میں
تشریف رکھتے تھے ہم نے اُن سے ملاقات کی اور اُن کے نام
جو تعارفی خطوط ہمارے پاس تھے اُنہیں دیئے فرح کے حاکم اعلیٰ
کے نام کا خط بھی انہیں کو دیا گیا خطوط دیکھتے ہی وہ بہت محبت
سے پیش آئے سب سے پہلے اپنے دفتر سے آدمی کو بھیج کر محکمہ
زراعت کے دفتر میں وہ حصہ جو خاص مہمانوں کے ٹھیرانے کے
لئے مختص ہے ہمارے لئے صاف کروا دیا اور ساتھ ہی ہمارا
سامان اُنہیں چپراسیوں کے ذریعہ گمرگ سے منگالیا گیا اور ہم کو
سرکاری مکان میں رہنے کی اجازت دی گئی اور ساتھ ہی ہمارے
کھانے پینے کی نسبت دریافت کیا گیا میں نے کہا موٹر سے اُترتے
ہی ہم نے ناشتہ کرلیا ہے اب اس کی ضرورت نہیں البتہ آج
جمعرات کا دن ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسی وقت حضرت کی زیارت
کو چلے جائیں آپ صرف ہمارے جانے کا انتظام کرا دیجئے مدیر صاحب

نے اسی وقت چپراسیوں کو بلاکر سواروں کے پاس روانہ کیا یہ کہہ کر کہ چھ گھوڑے زین لگاکر فوراً لائیں کوئی آدھ گھنٹہ میں گھوڑے آگئے۔ پھولوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہاں پھول نہیں ہیں البتہ سرکاری مکان میں کچھ انگریزی پھولوں کے پودے ہیں مالی سے کہہ کر انہیں پھولوں کے دو دستے بنواکر منگوائے گئے۔

روانگی بجانب روضۂ مبارک پھول لے کر ہم وہاں سے گھوڑوں پر نکل کھڑے ہوئے ہمارے ساتھ تین جوان گھوڑوں پر تھے صوبہ فرح کی بستی پہلے صرف قلعہ میں محصور تھی اب قلعہ کے باہر جنوبی حصہ میں آبادی ہو چلی ہے تمام سرکاری مکانات دفاتر اور بازار وغیرہ باہر ہی ہیں قلعہ بالکل ویران ہو گیا ہے روضۂ مبارک کا راستہ قلعہ کے بازو بازو مغربی جانب سے گذرا ہے قلعہ پار ہونے کے بعد رُودِ فرح چھوٹی سی ندی ہے باوجود موسم گرما ہونے کے ٹخنے تک پانی بہہ رہا تھا رُودِ فرح کے بعد ایک قریہ آتا ہے جس کا نام کاسکن ہے۔ کاسکن پار ہونے کے بعد کوئی ڈیڑھ دو میل پر اور ایک قریہ آتا ہے جس کا نام قیتوان ہے قیتوان سے ایک میل کے بعد روضہ کے نام سے آٹھ دس گھر کی آبادی ہے۔

اُس آبادی کے مغربی حصہ میں بستی سے الگ باغات کے درمیان روضۂ مطہر ہے ۔

حاضری بہ حضور اقدس واعلیٰ حضرت امامنا سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جس کو خاتم ولایت محمدیہ میران سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہ ہونے کا فخر حاصل ہے اُس بارگاہ عالی میں جس پر ایک جبروتی وقار اور لاہوتی دبدبہ برس رہا تھا، پہونچنے کے بعد جو تاثرات میرے دل میں پیدا ہوئے اُن کی کیفیت من وعن بیان نہیں ہو سکتی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس برگزیدہ ہستی کی آستان بوسی کا ایک مدت سے شوق تھا اور جس تک ہم سفر کی صعوبت خیز منزلیں طے کرتے ہوئے پہونچے تھے وہ اب ہمارے سامنے تھا اب ہم اُس دربارِ ولایت میں باریاب تھے جس کے دبدبے نے بار رعب و جلال گورنر فرح ارغون بیگ کو مجلس کے سب سے آخری حصہ میں بیٹھنے پر مجبور کردیا تھا اب ہم اس آستانِ رشادت پر جبین سائی کے لئے حاضر تھے جو تا ابد بوسہ گاہِ ملائک رہے گی اب ہم اُس شہنشاہِ روحانیت کے مشکوئے معلیٰ کے سایہ میں ایستادہ تھے جو سر کی آنکھوں سے خدا کو دیکھتا اور دکھاتا تھا جو معرفت الٰہی کے عقدوں کو ایک ہی نظر میں حل کر دیا

کرتا تھا جس نے گجرات کے ایک طالبِ صادق کو ایک ہی نظر میں فنائیت کے انتہائی درجہ تک پہونچا دیا تھا میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر اُن تاثرات کو لئے ہوئے جن کی تلقین کے لئے اُس گنبد میں آرام فرمانے والا دنیا میں جلوہ فرما تھا آہستہ آہستہ ایک پُرکیف عالم میں قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا روضہ کے اطراف دُور دُور تک ایک ایسا پُرسکون عالم نظر آتا تھا گویا رحمت خداوندی کا سایہ پھیلا ہوا ہے غور سے دیکھنے پر یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ روضۂ مطہرہ کے قرب وجوار کا ذرّہ ذرّہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے غرض کہ دل پر ایسی اطمینان کی کیفیت طاری تھی جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ میں اپنے ساتھیوں کی بھی یہی حالت دیکھ رہا تھا جو مجھ پر طاری تھی غرضکہ ہم وہاں اپنی دنیوی ہستی کو بھولے ہوئے اور ایک بے خودی کے عالم میں موجود تھے نظروں کے روبرو وہ فلک مرتبت گنبد تھا جو زبان حال سے قوم مہدویہ کی تقریباً پانچ سو برس پہلے کی تاریخ بیان کر رہا تھا اُس وقت کے تاثرات و واردات کو پورے طور پر بیان کرنا باعث طوالت ہوگا، اِس لئے اب میں گنبد مبارک کی ہیئت کذائی کا نقشہ آپ کے روبرو پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں گنبد مبارک سے شمال مغربی حصہ میں دو حجرے اور ایک مسقف حوض ہے جس کا پانی اچھی حالت میں نہیں ہے۔ پہلے

جس وقت نہر جاری تھی پانی صاف وشفاف تھا اب نہر کے سُوکھ جانے
کی وجہ سے پانی مکدر ہوگیا ہے مذکورہ صدر حجروں میں ہم نے قیام کیا
ہمارے آنے کی اطلاع ہوتے ہی بستی کے لوگ ہم سے ملنے کے لئے
آئے جن میں عبدالحکیم نامی ایک نہایت سن رسیدہ شخص بھی تھے، جن کا
تعارف اُس جماعت سے بھی ہوا تھا جو آج سے اٹھارہ بیس سال قبل
یہاں آئی تھی روضۂ مُبارک کی حالت بہت کچھ ترمیم طلب ہے خصوصاً
بیرونی حصہ میں دیواروں کی حالت تو بہت ہی خراب ہے گچ وغیرہ
بہت کچھ نکل چکی ہے اینٹیں نظر آرہی ہیں اندرونی حصہ میں جابجا تڑک
پیدا ہوگئی ہے بعض بعض جگہ سے تو اینٹیں گر رہی ہیں خصوصاً باب الدخلہ
(جو بڑا دروازہ یا کمان ہے) اِس قدر جھک گیا ہے کہ نہ معلوم کب گر پڑے
غرضکہ حالت بہت نازک ہے گنبد مُبارک کے اطراف ایک چھوٹی سی
چار دیواری تقریباً سو گز کی ہے دیوار کے باہر مغربی حصہ میں ایک
چھوٹا سا کنواں ہے جس کا پانی استعمال میں آتا ہے بعد نماز ظہر ہم آستان
بوسی کے لئے مودبانہ گنبد مبارک میں حاضر ہوئے اُس وقت کا عالم حیطۂ
بیان سے باہر ہے اس نورانی مزار پر جس پر سے سینکڑوں سطوتیں مزار و
جلالتیں لاکھوں دبدبے تصدق ہو رہے تھے جس پر رحمتِ خداوندی
کی چادر اُڑھی ہوئی تھی اور جس کے گرد خداوندِ دوجہاں کی سرمدی

برکتیں حلقہ کئے ہوئے نہیں نظر پڑتے ہی وفورِ مسرت وفرطِ عقیدت سے خود بخود آنسو جاری ہو گئے قلب رجوع الی اللہ ہو گئے اور زبان سے بے اختیار السلام علیک یا امام آخرالزماں خلیفۃ الرحمان کے الفاظ نکل پڑے ہم نے عالمِ خشوع وخضوع کے ساتھ فاتحہ پڑھی اُس خاکِ آستان کو جس پر محل مازاغ البصر کی صفت صادق آتی تھی آنکھوں سے لگایا اُس دہلیز پر جبین فرسائی کی جس سے نجات خردی ہمکنار ہو رہی تھی فقیر مؤدب ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور یہ کلمات زبان سے اَدا ہو رہے تھے "عارفوں کے شہنشاہ محققین کے مقتدا اولیاء کے مقتدا اولیاء کے سردار ملکِ طریقت کے تاجدار حقائق محمدی کو زندہ کرنے والے حقائقِ قرآن کے شارح ولایتِ محمدیہ کے خاتم گنجینۂ عرفان کے خازنِ مہدی موعود میں آپ کے قدموں کے پاس حاضر ہوا ہوں قوم کی طرف سے آپ کی خدمت اقدس میں سلام پہنچانے کا شرف حاصل کرتا ہوں ہم آپ ہی کے نام لیوا ہیں۔ لیکن عمل سے بے بہرہ خدا سے دعا فرمایئے کہ خدائے عزّوجل ہمیں توفیقِ عمل عطا فرمائے ہم نام کے مہدوی ہیں، ہم میں وہ صفات مفقود ہیں جو ایک مہدوی میں ہونا چاہئیں آپ کے زمانے کا مہدوی متوکل، مہاجر، ذاکر وشاغل، خدا بین عزلت گزیں، صادقوں کی صحبت میں زندگی بسر کرنیوالا

تھا مگر آج کل کا ھدوی دُنیادار نفس پرست ہے ذکر سے کنارہ کش اور غفلت کوش ہے اچھوں کی محبت سے گریز کرتا اور بروں کی صحبت سے میل رکھتا ہے مذہب کی حمیت مفقود ہو چلی ہے۔ دین پر دُنیا کا ایسا گہرا رنگ چڑھ گیا ہے کہ رسم دینی میں بھی دنیوی مفاد پیش نظر رہتا ہے مقتدا، مقتدیوں کے بس میں اور اُن کی خوشنودی کے طالب نظر آتے ہیں نفسانیت معشیت کے ہر جزء میں دخیل نظر آتی ہے۔ خدا واسطہ اب کہیں نظر نہیں آتا مختصر یہ یہ کہ دنیا کے لئے دین ٹھکرایا جارہا ہے طالب دعا ہوں دعا فرمایئے مذہب کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل پر لگایئے۔ امامنا کرم کی نظر فرماکر مجھ گنہ گار کو معرفت سے بہرہ اندوز فرمایئے اور اپنی بھٹکی ہوئی قوم کو راہ راست پر لایئے "

جی تو نہیں چاہتا تھا کہ آستان مبارک سے جُدا ہوں لیکن نماز عصر کا وقت قریب تھا اس لئے قدمبوسی کا شرف حاصل کر کے ہم اپنی قیام گاہ کو لوٹے اور بعد نماز مغرب فرح کو واپس ہوئے۔

حجانی ماں کو ساتھ نہیں لائے تھے راستہ اور مقام دیکھنے کے خیال سے ہم لوگ چلے آئے تھے واپس فرح ہو کر رات میں مدیر صاحب سے ملے اُن سے کہہ دیا گیا کہ صبح نماز کے ساتھ ہی روضۂ مبارک چلے جائیں گے چونکہ ہمارے ساتھ ایک ماں صاحبہ ہیں اُن کے لئے

ایک گدھے کا سواری کے لئے انتظام کرا دیجئے چنانچہ انھوں نے اسی وقت آدمی کو روانہ کردیا تاکہ علی الصبح سواری کا انتظام ہو جائے صبح کو نماز کے ساتھ ہی سواریاں آگئیں۔ جب چلنے تیار ہوئے تو حجانی ماں صاحبہ نے گدھے یا گھوڑے پر سوار ہونے سے عذر کیا اُن کا عذر بھی ایک حد تک بجا تھا کیونکہ ایسے زبردست جانوروں پر وہ تنہا بیٹھ کر جانہ سکتی تھیں گرنے کا اندیشہ نہیں بلکہ یقین تھا لہٰذا وہ چلنے سے پس وپیش کرنے لگیں۔ اب ہم کو بڑی مصیبت کا سامنا تھا آخر اُن ماں صاحبہ کو ہم کس طرح لے جائیں پیدل بھی چلنے سے معذوری ظاہر کرتی تھیں مدیر صاحب نے رائے دی کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنے گھوڑے پر اُن کو بھی سوار کرلے اور اس طرح اُن کو سنبھال کرلے چلے بھلا مدیر صاحب کی اس رائے کو ہم میں سے کون پسند کرتا جس طرح اب تک میں اُن کو یہاں تک سنبھالے ہوئے لایا اسی طرح یہ بھی ذمہ داری مجھ ہی پر عاید ہوئی اور میں نے اپنی رضامندی ظاہر کردی اور اُن کو اپنے پس پشت گھوڑے پر سوار کرلیا اور لے چلا۔ فرح سے روضۂ مبارک تک بڑی سرسبز و شاداب زمین ہے ندی کے علاوہ دو نہریں بھی راستہ میں ملتی ہیں روضۂ مبارک کے پاس آٹھ دس گھر ہیں۔ لیکن کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی فرح بستی سے ساتھ رکھ لیں تو آرام ہوگا جمعہ اور ہفتہ کا دن روضۂ مبارک ہی میں

بسر ہوا۔ میرا خیال ہوا کہ واپسی میں ڈاک موٹر سے چلنا چاہیئے ہم جس موٹر
سے آئے تھے وہ باربرداری کی تھی اُس میں بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی ایسی
گاڑی سے واپس ہونے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ مدیر صاحب فرح سے یہاں
معلوم ہوگیا تھا کہ ڈاک گاڑی ہفتہ کی رات کو یہاں سے قندھار جانے کو
نکلتی ہے بس اِسی خیال سے ہفتہ کی شام فرح کو واپس ہوئے تاکہ ڈاک گاڑی
سے واپس ہوسکیں مدیر صاحب سے ملاقات ہوئی وہ بھی ہمارے منتظر تھے
سامان سب درست کرلیا گیا چپراسیوں اور سواروں کو انعام و اکرام دینے
کے بعد مدیر صاحب کے ہمراہ گمرگ آئے تاکہ موٹر کا انتظام کرلیں ڈاک گاڑی
تیار تھی لیکن اُس میں جگہ نہ تھی ساری گاڑی مسافروں اور سرکاری اور خانگی
ڈاک سے بھری ہوئی تھی رات ہی سے راست قندھار جانے والے مسافر
گاڑی میں سوار تھے اب ہم کو پریشانی ہوئی کہ کیا کریں اتفاق سے اس وقت
شام میں ایک اور باربرداری کی گاڑی قندھار جانے والی تھی اگرچہ ہمارا
خیال مال گاڑی سے جانے کا نہیں تھا لیکن اب اُس کے سوا کوئی اور سواری
بھی نہ تھی ورنہ میل گاڑی کے لئے آٹھ روز تک انتظار کرنا پڑتا مجبوراً اسی باربرداری
کی گاڑی میں انتظام کیا گیا اگرچہ اس گاڑی میں بھی جگہ نہ تھی چھت سے چاک
تک سامان سے لدی ہوئی تھی لیکن ہم مدیر صاحب کے بے حد شکرگذار ہیں
کہ اُنھوں نے خود اپنے سامنے موٹر میں سے سامان نکلوا کر اس ترتیب سے

رکھوایا کہ ہمارے لئے بیٹھنے کی جگہ پیدا ہوگئی مالکِ موٹر اور ڈرائیور لاکھ
چیختے چلاتے رہے کہ سامان بہت ہے ہم نہیں لے جاسکتے لیکن اُنھوں نے
کچھ تو حکومت کے زور سے اور کچھ نرمی و مرافقت سے کام لیکر آخر ہمیں اس
موٹر میں سوار کرادیا اور فرح سے ہماری موٹر نکلنے تک خود موجود رہے موٹر فراح
سے روانہ ہونیکے بعد ہم کو خدا حافظ کہا اور واپس ہوئے صاحب موصوف
سے فرح کے قیام میں ہم کو جس قدر آرام ملا ہم اُس کا کچھ معاوضہ نہیں ادا
کرسکتے۔ رہنے کو سرکاری مکان کام کاج کے لئے سرکاری آدمی سواری کے
لئے سرکاری گھوڑے غرض آرام و آسائش کی کوئی حد نہ تھی اور جناب مدیر
صاحب نے واپسی میں موٹر کے کرایہ میں بھی خاص طور پر ہمارے لئے
تخفیف کردی یعنی فی نشست بیس روپئے افغانی کرایہ مقرر کیا گیا باوجود
اس کے ہم کو واپسی میں پہلے سے زیادہ تکلیفِ سفر اُٹھانی پڑی کیونکہ یہ
گاڑی پہلے ہی سے سامان سے لدی ہوئی آئی تھی پھر آرام ملے تو کیونکر سوائے
صبر کے کوئی چارہ نہ تھا علی الصبح اتوار کے دن دلارام پہونچے تمام دن وہاں
گذرا عصر کے وقت دلارام سے نکلے رات میں تین بجے گرشک پہونچے
پیر کا دن گرشک میں گذرا واپسی میں بھی حضرت سید محمد صاحب تاجد کی
زیارت سے مشرف ہوئے گرشک سے ہم لوگ دن کے تین بجے نکلے کیونکہ
دریا پار کرنا بھی ایک مہم سر کرنے سے کم نہیں تھا شام کے چھ بجے دریا کو عبور

کیا اب یہاں سے جو نکلے تو رات میں دو بجے قندھار خیریت سے پہونچ گئے۔
قندھار کی موٹر گیاریج میں اُترنے کے بعد خیال ہوا کہ سیدھے مولوی عبدالرحمٰن
صاحب کے مکان چلیں گیاریج میں سونے کی جگہ کچھ ٹھیک نہیں تھی ورنہ
رات وہیں بسر کر دیتے اتنی رات کو تانگہ تو کیا سامان اٹھانے کے لئے
مزدور کا ملنا بھی دشوار تھا اتفاق سے ایک ساتھی مسافر ہمارا سامان لے چلنے
پر آمادہ ہو گیا اسی کو ہم نے غنیمت سمجھا اور ساتھ ہو لئے گھر پہونچے عبداللہ
ملازم کو آواز دی اتفاق سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے بھائی بیدار ہو کر
خود باہر آئے پھر تو ہم اپنے حجرے میں آرام سے لیٹ گئے رات بھی زیادہ
ہو گئی تھی نیند اچھی آئی دل پر بھی سکون اور خوشی تھی صبح اٹھ کر ناشتہ سے
فارغ ہونے کے بعد سیدھے قونصل خانہ برطانیہ گئے قونصل صاحب سے ملے
اُنھوں نے بھی ہماری واپسی پر بہت خوشی کا اظہار کیا قونصل صاحب کو اپنے
پاسپورٹ دیدئے تاکہ واپسی کی جو کچھ کارروائی کرنا ہے کر دیں۔ جب ہم
نے قونصل صاحب سے کہا کہ آج شام کو واپس چلے جائیں گے تو اُنھوں نے
فرمایا کہ آج آپ نہیں جا سکتے آج تو غریب خانہ پر آپ حضرات کو زحمت اُٹھانی
ہوگی آج شام کی دعوت قبول کیجئے اور پھر کل چلے جائیے اس پر ہم سب نے
معافی چاہی اور کہا کہ جب تک ہم یہاں ٹھیرے رہے روزانہ برابر کچھ نہ کچھ جناب
کی مہمان نوازی سے استفادہ کرتے رہے اب ہمیں ہرگز یہ گوارا نہیں کہ

ہمارے لئے آپ مزید زحمت گوارا فرمائیں' ہمیں گھر سے نکل کر ایک عرصہ ہوا
ہے آج ہی جانے کی اجازت مرحمت ہو تو باعث مہربانی ہے غرض کہ تھوڑی
دیر تک وہ اصرار فرماتے رہے لیکن ہماری معذرت خواہی سے آخرکار ہم کو
خوشی خوشی جانیکی اجازت دیدی پاسپورٹ رکھ لئے اور فرمایا کہ شام میں پانچ
بجے آپ کے پاس پہونچ جائیں گے پھر میں نے کہا کہ واپسی کے لئے یہاں
سے چمن جانیوالی موٹر کا انتظام کرا دیجئے سنتے ہی اُسی وقت دفتر کے منشی
صاحب کو میرے ساتھ کر دیا کہ اسی وقت گمرگ کو جا کر چار آدمی کا انتظام
کر دینا چنانچہ میں اور منشی صاحب گمرگ آئے اور موٹروں کا انتظام کرلیا گیا
واپسی میں قندھار سے موٹریں میوہ لے کر جاتی ہیں اس لئے سب کی سب
میوہ سے بھری رہتی ہیں صرف ڈرائیور کے پاس دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں
لیکن ہم تھے چار مسافر ایک موٹر میں بیٹھ نہیں سکتے تھے لہذا مجبوراً دو موٹروں
کا انتظام کرنا پڑا ہر موٹر میں دو دو آدمی کے بیٹھنے کا انتظام ہوا اور کرایہ فی
کس بارہ روپے افغانی قندھار سے چمن تک طے پایا موٹروں کا انتظام
ہونے کے بعد ہم لوگ مدیر خارجہ محمد حسن خاں صاحب کے پاس گئے ملاقات
ہوئی وہ بھی ہماری فرح سے سلامتی کے ساتھ واپسی پر بہت خوش ہوئے
ہم نے اُن سے کہا کہ آج شام ہم لوگ واپس ہندوستان جا رہے ہیں آپ
مہربانی فرما کر یہاں کے اور راستہ کے محکمۂ چنگی کو اطلاع کرا دیجئے کہ ہملے

ساتھ کوئی سامان وغیرہ نہیں ہے ہم سے بازپرس نہ کیجائے اور دوسری بات
یہ کہ یہاں سے جو موٹریں چمن جاتی ہیں وہ سب میوہ سے بھری ہوئی ہوتی
ہیں باہر ڈرائیور کے پاس صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی اجازت ہے لیکن
ہم چاہتے ہیں کہ ہر موٹر میں کم سے کم دو آدمی بیٹھ سکیں کیونکہ ہمارے ساتھ
ایک ماں صاحبہ بھی ہیں ہم اُن کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے لہذا آپ اس کا انتظام
کرادیجئے ورنہ پولیس کی چوکی میں اعتراض ہوگا یہ سُنتے ہی مدیر خارجہ نے بذریعہ
ٹیلیفون پہلے محکمۂ چنگی اور چمن کی گمرگ کو اطلاع دی کہ ہمارے پاس کوئی
سامان وغیرہ نہیں ہے اس لئے سامان کی تفتیش کرنیکی ضرورت نہیں یہہ
ہندوستانی زائرین ہیں جو ہمارے پاس آئے تھے اور آج واپس جارہے ہیں
اس کے بعد دوسرا ٹیلیفون محکمہ پولیس کو کیا گیا اور اطلاع دی گئی کہ یہ ہندوستانی
مسافر ہمارے مہمان ہیں اُن کو ہر موٹر میں خاص طور پر دو دو آدمی بیٹھنے کی
اجازت دی گئی ہے لہذا موٹر والوں سے بازپرس نہ کی جائے واپسی کے
ٹکٹ دیدئے جائیں ۔ یہ سب کارروائی ہونے کے بعد گھر واپس ہوئے بعد
نماز ظہر شہر قندھار کی سیر کی اور بعد نماز مغرب کھانے سے فارغ ہوکر تانگہ منگوایا
گیا سامان وغیرہ رکھکر مولوی عبدالرحمن صاحب کے ہمراہ چمن کی گمرگ میں
آئے موٹریں کئی تھیں میوہ چڑھایا جارہا تھا ہماری دو موٹریں بھی تیار ہورہی
تھیں ان دو موٹروں میں سے جو سب سے بہتر تھی پہلے حاجی عبدالکریم صاحب

اور حجانی ماں صاحبہ کو بٹھا کر قندہار سے رخصت کر دیا گیا دوسری موٹر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی تقریباً رات کے دس بجے وہ بھی تیار ہوگئی اس گاڑی سے میں اور حضرت حاجی میاں صاحب نکلے مولوی عبدالرحمٰن صاحب موٹر نکلنے تک ساتھ رہے اُن کا بہت بہت شکریہ ادا کیا گیا ہم کو صاحب موصوف سے بے انتہا آرام ملا گویا ہم اپنے ہی گھر میں ٹھیرے ہوئے تھے ہماری موٹر محکمۂ جنگی اور پولیس کی تحقیقات کے بعد تقریباً گیارہ بجے رات کے قندہار سے نکلی قندھار سے تیس میل پار ہونے کے بعد موٹر کی روشنی میں کچھ خرابی اور رکاوٹ محسوس ہونے لگی ہوتے ہوتے روشنی غائب ہوگئی موٹر کو ٹھیرنا پڑا اور چراغوں کی درستگی ہونے لگی پیچھے سے کئی موٹریں آرہی تھیں اور ہم سے آگے چلی جارہی تھیں لیکن کسی موٹر والے نے بھی اپنی گاڑی ٹھیرا کر ہم سے یہ نہ پوچھا کہ تمہاری موٹر کو کیا ہوا ہے کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد ایک پنجابی کی موٹر آئی اُس نے اپنی گاڑی کو روک کر کچھ مدد کی روشنی کچھ درست ہونے کے بعد ہماری موٹر نکلی دس میل ہی گئے ہونگے کہ ہماری موٹر کے پچھلے چاک میں پنکچر ہوگیا موٹر پھر ٹھیر گئی تقریباً ایک گھنٹہ میں دوسرا چاک تیار ہوا اُس وقت تک رات کے تین بج چکے تھے اب یہاں سے نکل کر کوئی پانچ میل گئے ہوں گے کہ اسی چاک کا ٹائر پورے کا پورا پھٹ گیا اور کوئی دوسرا چاک زائد ساتھ نہ تھا اب ہم نہ پچ

جنگل کے ہو گئے مجبوراً پیچھے سے آنیوالی موٹر کی راہ دیکھ رہے تھے
کہ تائید غیبی سے ایک موٹر آہی پہنچی ہمارے ڈرائیور نے اس موٹر کو روک
کر ہمیں ساتھ لیجانے کے لئے کہا لیکن نووارد ڈرائیور نے لیجانے سے
انکار کر دیا ہم کیا کرتے خاموش ہو رہے جب میں اس کا سبب پوچھا تو ہمارے
ڈرائیور نے کہا یہ افغانی ڈرائیور ہیں اور میں ہندوستانی ہوں کوئی افغانی
ڈرائیور ہم ہندوستانی ڈرائیوروں کی مدد نہ کرے گا تھوڑی دیر بعد ایک
اور موٹر آگئی اس کو ٹھیرا کر ہمارے ڈرائیور نے کہا ان دونوں مسافروں
کو لیجاؤ میں اپنا کرایہ تمہیں دے دوں گا اُس موٹر والے نے بھی انکار کر دیا
کہا کہ دس دس روپے لوں گا حالانکہ ہم لوگ قندھار سے چالیس میل طے
کر چکے تھے صرف پینتیس میل باقی رہ گئے تھے ہم نے جب دیکھا کہ یہ ڈرائیور
کچھ کرایہ میں کمی کرنیوالا نہیں تو ہم کو مجبوراً راضی ہو جانا پڑا چنانچہ اس موٹر کار
میں سوار ہو گئے اور پانچ میل بھی نہ جانے پائے تھے کہ سوئے اتفاق سے
اس میں بھی پنکچر ہو گیا پھر تو ہم اور زیادہ پریشان ہو گئے اس وقت تک
صبح ہو گئی تھی تقریباً آٹھ بج چکے تھے ہم کو زیادہ فکر یہ تھی کہ ہمارے ساتھی
حاجی عبدالکریم صاحب اور حجانی ماں صاحبہ ہمارے لئے پریشان ہوں گے
یہی فکر تھی کہ ایک اور موٹر پیچھے سے آئی ہم نے اس ڈرائیور سے التجا
کی کہ ہمیں لے چلے لیکن اُس نے آٹھ روپے فی کس طلب کئے ہم پریشان

تو تھے ہی راضی ہو کر اس تیسری موٹر میں سوار ہو گئے اس موٹر سے اسپین بولدک کو ہم لوگ بارہ بجے دن کے پہونچے یہاں حاجی صاحب اور رجانی مانصاحبہ موجود تھے ہم تو یہ سمجھے تھے کہ یہ لوگ چمن پہونچ گئے ہوں گے۔ لیکن خیال غلط نکلا ان لوگوں کو یہاں سے آگے جانے کی اجازت نہیں دی گئی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کے پاسپورٹ میرے پاس تھے بغیر تبلائے یہ لوگ افغانستان کی سرحد سے باہر نہیں جا سکتے تھے لہٰذا ہمارے آنے پر پاسپورٹ وغیرہ کی تحقیق کے بعد ہم سب کو جانے کی اجازت ملی اتفاق سے ایک موٹر اسپین بولدک میں ٹھیری ہوئی تھی ان دونوں کو اس گاڑی سے بھیجدیا گیا اور اپنی گاڑی سے ہم بھی کوئی آدھ گھنٹہ میں خیریت سے چمن پہونچ گئے سب سے پہلے موٹر سرحدی پولیس اسٹیشن پر ٹھیرتی ہے انسپکٹر صاحب تشریف فرما تھے ہم لوگوں کی واپسی پر بہت خوش ہوئے ہمارے پاسپورٹ لے لئے گئے اور کہا "آپ حضرات ابھی سیدھے دواخانہ تشریف لیجائیں وہاں سے صداقت نامہ صحت لانا ہوگا اُس وقت تک میں پاسپورٹ وغیرہ کی تکمیل کر لیتا ہوں لہٰذا آپ حضرات ابھی تشریف لے جائیں چنانچہ ہم لوگ سیدھے دواخانہ پہونچے وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ چیچک کا ٹیکہ لینا ہوگا ٹیکہ کے نام سے ہمارے ساتھی حضرات ایسے پریشان ہوئے کہ اگر بس چلتا تو وہاں سے اُڑ کر نکل جاتے غرض ہمارے

ساتھیوں کو ٹیکہ لینا ہرگز منظور نہ تھا اور بغیر ٹیکہ لئے اور ٹیکہ کا سرٹیفکٹ پیش کئے ہندوستان میں داخل ہونے کی اجازت نہ مل سکتی تھی اب بڑی مشکل آن پڑی میں پریشان تھا اتفاق کی بات تھی کہ دواخانے کے ڈاکٹر صاحب (محمد اسکندر آباد کے رہنے والے نکلے جن کا مکان چلکل گوڑہ میں تھا گو اُن سے ملاقات تو نہ تھی لیکن وہ ہم کو دیکھ کر خود ہی ملنے کے لئے آئے اور جب میرے وطن اور سکونت سے واقف ہوئے تو خوب خاطر و تواضع کی اور دوسری بات یہ کہ ٹیکہ دینے والے صاحب بھی یہی تھے۔ اُنہوں نے جب ہمارے ساتھیوں کے ارادے کو اور ٹیکہ لینے سے پریشانی اور گھبراہٹ کو سنا تو مجھ سے کہا آپ ان سب کو لیکر ڈریننگ روم میں چلے جائیں میں ابھی آتا ہوں چنانچہ ہم سب وہاں جانے کے بعد وہ آئے اور آہستہ سے کہا میں آپ حضرات کو ٹیکہ تو نہیں لگاتا البتہ ڈاکٹر صاحب کو تبلانے کی غرض سے آپ لوگوں کے ہاتھ پر بغیر دوا کے کھروچے دیدیتا ہوں تاکہ ٹیکہ کی تکمیل ہوجائے ورنہ ہاتھ پر کچھ نشان بھی نہ ہو تو بُری بات ہے پھر سارٹیفکیٹ کیونکر ملے گا۔ باہر ڈاکٹر صاحب ٹیکہ کے نشانات دیکھتے ہیں یہ سن کر ہم خاموش ہوگئے چنانچہ اُسی پر عمل کیا گیا ہم سب کے ہاتھوں پر کھروچے لگا دئے گئے اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد ہم سب کو ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا

گیا ڈاکٹر صاحب نے فوراً سرٹیفکٹ لکھ کر دیدیا اب ہم اپنے دوست کا
شکریہ ادا کر کے اور اُنہیں شام میں ہم سے ملنے کی تاکید کر کے وہاں
سے رخصت ہوئے اور سیدھے سرحدی آفس پہونچے سرٹیفگٹ دیکھنے
کے بعد پاسپورٹ بعد تکمیل کارروائی دیدئے گئے گویا اب ہم کو ہندوستان
میں داخل ہونے کی اجازت تھی ایک بج چکا تھا بھوک بھی خوب لگی تھی سیدھے
اسی سرائے میں آئے جس میں پہلی دفعہ جاتے ہوئے ٹھہرے تھے سب
سے پہلے ہوٹل سے کھانا منگا کر کھایا پھر کچھ دیر آرام کیا بعد نماز عصر بازار
گئے جوگی رام کی دوکان سے سامان لایا گیا وہاں سے "مولوی عبدالشکور
صاحب دھوبی" کے پاس گئے تاکہ کپڑوں کو جو دُھلنے کے لئے دے گئے
تھے لے لیں جانے پر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالشکور صاحب بیمار ہیں کپڑے
دُھل تو گئے ہیں لیکن استری وغیرہ نہیں ہوئی ہے میں نے کپڑوں
کے ملنے ہی کو غنیمت جانا بازار میں گیا ایک ہندو دھوبی مل گیا اُس کے
پاس ضروری کپڑوں کو استری کروالی رات آرام سے گذری صبح میں ریل
پر سوار ہونا تھا یہاں سے دن میں ایک ہی مرتبہ ریل جایا کرتی ہے
وہ بھی صبح کے آٹھ بجے صبح اُٹھے جمعرات کا دن تھا ضروریات سے فارغ
ہو کر سیدھے اسٹیشن پہونچے یہ پہلے ہی سے طے ہو چکا تھا کہ واپسی میں
دہلی سے جائیں گے چنانچہ دہلی کا ٹکٹ لیا کرایہ چمن سے ڈاک گاڑی

کافی کس تیرہ روپیہ ہے ٹھیک آٹھ بجے گاڑی چھوٹی اسٹیشن پر ہم کو
چھوڑنے کے لئے جوگی رام اور انسپکٹر صاحب آئے تھے یہ دونوں بہت
اچھے لوگ ہیں دو روز کی ملاقات میں بڑی ہمدردی سے پیش آتے
رہے تقریباً چار بجے شام کوئٹہ پہونچے کوئٹہ اسٹیشن پر لاہور دہلی جانیوالا
میل تیار کھڑا تھا اُترتے ہی اُس ریل میں سوار ہو گئے سوار ہونے کے
تھوڑی دیر بعد وہی انسپکٹر صاحب جنہوں نے وعظ و نصیحت فرمائی تھی اور
افغانستان جانے سے ہم کو روک رہے تھے آ پہونچے ہمارے صحیح و سلامت
واپس آنے پر مبارک باد دی بہت خوش ہوئے پھر بھی نام وغیرہ اور تاریخ
واپسی لکھ لی گئی ٹھیک پانچ بجے شام کے ریل چھوٹی مسافروں کی کثرت
ہونیکی وجہ سے ریل میں تکلیف رہی رات میں دس بجے سبی پہونچے
یہاں بھی پولیس کی جانب سے نام وغیرہ نوٹ ہوتے ہیں جمعہ کا تمام
دن ریل میں رہے شام میں سات بجے لاہور پہونچے یہ جنکشن خاصا
بڑا ہے چہل پہل خوب رہتی ہے یہاں پر گاڑی بدلنا پڑا لاہور سے دہلی
جانے کے لئے علٰحدہ گاڑی نکلتی ہے اُس میں سوار ہو گئے نو بجے رات
کو گاڑی چھوٹی ہفتہ کی صبح سات بجے دہلی پہونچے۔ دہلی میں امپریل ہوٹل
میں قیام رہا یہ ہوٹل اسٹیشن سے قریب ہے اور اچھا بھی ہے تمام ضروریات
کی چیزیں ہر وقت مہیا رہتی ہیں ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی ایک موٹر

دہلی کی تمام زیارتوں اور مشہور مقامات کی سیر کے لئے کرایہ پر لے
لی گئی کرایہ دس روپے طے ہوا کوئی دو بجے تک زیارت اور تفریح سے
فارغ ہوکر ہوٹل کو واپس ہوئے ظہر کے بعد ذرا آرام لیا شام میں شہر
کی تفریح بھی کی گئی اُس رات بمبئی اکسپرس سے نکلنا طے پا چکا تھا لہذا
بمبئی کا ٹکٹ لیا گیا دہلی سے بمبئی تک فی ٹکٹ چودہ روپے بارہ آنے
ہوتے ہیں. ہفتہ کی رات دہلی سے نکلے پیر کے دن صبح چھ بجے بمبئی
پہونچے اترتے ہی سیدھے حیدرآباد لاج آئے واپسی میں بھی اُسی ہوٹل
میں قیام رہا پیر کا دن بمبئی میں گذرا منگل کے دن شام میں تین بجے
مدراس اکسپرس سے بمبئی سے نکلے چہارشنبہ کی صبح بتاریخ ۹ رجب
۱۳۵۹ھ خیریت کے ساتھ حیدرآباد میں داخل ہوئے اسٹیشن پر قومی
بھائیوں کا کثیر اجتماع تھا ہمارے آج یہاں آنے کی اِن کو اطلاع کردی
گئی تھی لہذا یہ قومی بھائی ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے ایسے منتظر
نظر آئے جیسے مسلمان عید کا چاند دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں جوں ہی
اِن لوگوں کی نظر ہمارے ڈبے پر پڑی جس میں ہم سوار تھے بے اختیار
دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہونچے پھول پہنائے گلے ملے اور
مُبارکباد دی کوئی دس منٹ تک یہی سلسلہ جاری رہا اِس کے بعد
سامان اُتارنے کی فکر ہوئی سامان اُتارا گیا مجھے سکندرآباد پر اُترنا تھا

اس لئے میں ریل ہی میں سوار رہا کوئی پندرہ منٹ کے بعد ریل حیدرآباد
سے روانہ ہوئی تقریباً بیس منٹ میں سکندرآباد اسٹیشن پہونچی یہاں بھی
اسٹیشن پر میرے اپنے رشتہ دار اور دوست واحباب پھولوں کے ہار
لئے منتظر کھڑے تھے کچھ دیر اُن سب سے ملاقات رہی پھر اسٹیشن سے
باہر نکلے سواریاں تیار تھیں الحمدللہ خیریت سے گھر پہونچے میں نے
سب سے پہلے اپنے بزرگ و محترم چچا حضرت سید ہاشم عرف خانجی
میاں صاحب قبلہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور ساتھ ہی میرے
محترم بڑے بھائی حضرت ابو حامد سید محمد عرف سردار میاں صاحب قبلہ
کی قدمبوسی سے فارغ ہو کر گھر میں داخل ہوا جہاں تمام رشتہ دار اور
مُریدین کا اجتماع تھا اِن سب سے ملنے کے بعد اب جو سلسلہ صدقے اور
آسان کا شروع ہوا تو متواتر تین دن تک جاری رہا ؛

یہ ہے سفر کی کہانی فقیر محمود کی زبانی

۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ

502

جملہ مُدت سفر کی ایک ماہ ایک یوم
اخراجات سفر فی اسم ڈیڑھ سو ۱۵۰ روپیہ کلدار از حیدرآباد
تا واپسی حیدرآباد ؛